علمِ صوتیات اور صوتیات سے تعلق رکھنے والی
جدید ایجادات کے لیے یہ کتاب مشعلِ راہ ثابت ہوئی ہے۔
PHILIPS
الکشف شافیا حکم
فونوجرافیا
۱۳۲۸ھ
فونوگراف، گراموفون، موبائل وغیرہ کے آواز کے بارے میں تفصیلی بحث
شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین وملت کنز الکرامات
امام احمد رضا محقق بریلوی قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان
مرکز اہلسنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ،
پور بندر، گجرات
www.Markazahlesunnat.com
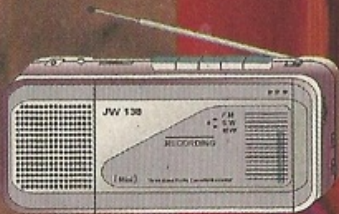
الکشف شافیا

فی

حکم فونوجرافیا

۲۸ ۱۳

(فونوگراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت)

مصنف

امام اہل سنت علی حضرت، امام احمد رضاں بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر

مرکز اہل سنت برکات رضا

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ، پوربندر۔ گجرات

کتاب	:	**الکشف شافیا حکم فونوجرافیا**
مصنف	:	امام اہل سنت اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ
کمپوزنگ	:	
پروف ریڈنگ	:	حضرت علامہ نعمان اعظمی، الازہری
ناشر	:	مرکز اہل سنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پوربندر۔ گجرات
سن اشاعت	:	ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ مئی ۲۰۰۶ء

ملنے کے پتے

- فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
- امجدیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
- دینی کتاب گھر، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسول الکریم

عرض حال

مسلمانو، دین اسلام مکمل دین کامل ومتین آیا۔ قیامت تک کے احکام وفرامین لایا۔ اس دین قویم کی کتاب حکیم قرآن کریم نے ایک طرف کائنات عالم میں مزید فراوانی کا......سنایا کہ (ویخلق مالا تعلمون) تو دوسری طرف حقائق آگاہ قائق پناہ علما کا در برائے سوال بتایا کہ **فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون** چنانچہ بشکل سے مشکل حوادث ہوتے رہے اور علماء ان مشکلات کا حل فرماتے رہے اور تحقیق حق کے سبو سے حق تحقیق کا ساغر اہل اسلام کو پلاتے رہے اسی سلسلۂ علما کی ایک کڑی ہیں رحمت خدا برکت مصطفے، امام اہل سنت، اعلی حضرت مولنا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کہ جب کوئی مسئلہ لاینحل آیا جس نے طائر عقل کو پراں بنایا مفکرین کو حیران و پریشان کر دکھایا وہیں انھوں نے قلم حق رقم کو جولان فرمایا اسی کا ایک جلوہ کتاب (مولنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے گراموفون کے بارے میں ایک کتاب اللؤلؤ المکنون فی احکام گراموفون تالیف فرمائی تھی امام اہل سنت اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے آگلی تائید میں الکشف شافیا حکم فونوجرافیا تحریر فرمایا۔) ''الکشف شافیا حکم فونوجرافیا'' ہے یہ کتب اگرچہ گراموفون کے بارے میں ہے لیکن اس سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کی آواز سنکر امام کی اقتدا کے مسئلہ حادثہ پر کافی روشنی پڑتی ہے جس سے ظلمات اوہام کا......روسکی ابحاث دیکھ کر تم کہو گویا۔ تجلی طور اور ان پر دلائل نور علی نور۔ مختصر یہ کہ علما کے لیے نور نظر جہلا کے لیے کحل بصر اندھا دھند میں شمس وقمر مگر یہ جوہر ایسا نایاب ہوگی کہ گویا بحر ظلمات میں کم شدہ آبحیات۔ لہذا اس اہمیت کے پیش نظر ہم اس

اختر برج علم کو آسمان صحافت پر چمکا زمین امید کہ مولی تعالی اس سعی کو قبول فرمائے۔

مسئلہ:

از ریاست رامپور محلّہ چاہ شور، ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اس کام کی نوکری کر کے یا اجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اشعار حمد ونعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورات کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اس سے سننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اس سے باہر سننا یا کیا؟ **بیتوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

الحمد الله الذی انزل القرآن ذکر اللعلمین☆ واغنا نابه عن الغنا الخبیث و الهوا الحدیث وملا هی المبطلین☆ وحرم بغیر ته و حرم بغیر ته ورحمته الفواحش والفتن ماظهر منها وما بطن والصلوة والسلام علی سیدنا ومولینا محمد سید المرسلین المبعوث بزهق المعازف والمزامیر وکل لهو مهین و علی اٰله و صحبه الذین هم لعهدهم بتعظیم الذکر راعون وبلاطمع الجرة ولا کرأموفون المنتجبین المجتنبین عن لهو الحدیث الذین میزالله بسعیهم و رعیهم الطیب من الخبیث ما اطرب الورقاء بالالحان و غرالقری فی الافنان اٰمین!

سب تعریف اللہ تعالی کے لیے ہے کہ جس نے تمام جہانوں کی پند ونصیحت کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی برکت سے ہمیں خبیث گانوں، کھیل کی باتوں اور اہل باطل

کے کھیل وتماشوں سے بے نیاز کردیا، اور اپنی غیرت اور رحمت کی وجہ سے فحش (یعنی بے حیائی کے کام) اور کھلے اور پوشیدہ فتنے حرام کردیئے۔ اور درود وسلام ہمارے آقا ومولی پر ہو جو محمد (کریم) تمام رسولوں کے سردور اور مقتدا ہیں کہ جن کو گانے بجانے کے آلات واسباب اور ہر ذلیل کھیل وتماشہ کے مٹانے (اور ختم کرنے) کے لیے بھیجا گیا (نیز درود وسلام) ان کی تمام آل اور تمام ساتھیوں پر ہو کہ جو تعظیم ذکر کی وجہ سے اپنے عہد وپیمان کی رعایت کرتے رہے۔ اور یہ بغیر لالچ اجرت اور کرایہ کے عہد پورا کرتے ہیں وہ شرافت رکھنے والے اور کھیل کی باتوں سے بچنے والے تھے۔ یہ وہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جن کی کوشش اور رعایت کرنے سے اللہ تعالی نے پاک کو ناپاک سے الگ اور جدا کردیا (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے) جب تک فاختائیں خوش الحافی سے بولتی رہیں اور قمریاں شاکوں پر (جھوم کر) گیت گاتی اور خوش آواز کرتی ہیں، اللہ اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

اس مسئلہ حادثہ میں کلام سے پہلے ایک مبحث جلیل کی تمہید ضرور جس پر انکشاف احکام مقصور، وہ فوٹوگراف سے فونوگراف کا اظہار فرق ہے فوٹو کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال وشبیہہ ہوتی ہے بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سنا جائے گا وہ حقیقتاً اسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا، نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت وتصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید نہ ہو اس کی مثال ونظیر ہو، یوہیں اگر آلات طرب وغیر ہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے نہ اس کا نشان و پرداز۔

کما توهمه بعض فضلاء العصر و هو العلامة السيد محمد عبدالقادر الاهدل الشافعی المقيم الاٰن بحديدة اذجمع فيه رسالة سماها

"القول الواضح فی ردالخطاء الفاضع" زعم فيها ان مايسمع من ذلك الصندوق ليس اصوات الاصل ولا مساويا لها انما يشبهها فی اصل الصوت كالصدا و هولها كالخيال من عالم المثال و بنی عليه جواز ان نسمع منه اصوات الاٰلات اذ ماهی هی وما يتعدی حكم الاصل الی الحكاية كما قال ابن حجر المكی وغيره فی رؤية صورة عورة المرأة فی المرأة وقد كنت كتبت فی ابطال هذا الوهم عدة فی مكة المكرمة فی صفر ۱۳۲٤ھ حين عرض علی صاحبتا الفاضل الكامل انبيل النبيه ذوقلب فقيه و طبع وقادو ذهن نقاد الشيخ محمد علی المكی المالكی امام المالكية و مدرس المسجد الحرام ابن مفتيهم بها مولينا العلامة المرحوم بكرم الله تعالی الشيخ حسين الازهری المكی رسالة له فی هذا الباب سما ها "انوار الشروق فی احكام الصندوق" وهو حفظه الله تعالی اجادفی تحريم سماع الطرب المعتاد لاهل الفساد من فونوغرافيا و بينه بيانا كافيا و ذهب ايضا الی تحريم سماع القراٰن العظيم مطلقا منه وسنحقق الامر فيه كما ستری ان شاء الله تعالی۔

جیسا کہ بعض فضلائے زمانہ کو وہم ہوگیا (اور معالطہ لگ گیا) اور وہ علامہ سید محمد عبدالقادر اہدل شافعی ہیں جو آجکل حدیدہ میں رہائش پذیر ہیں، انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا کہ انھوں نے اس کا نام "**القول الواضع فی رد الخطاء الفاضح**" (یعنی بالکل واضع اور ظاہر بات، رسوا کرنے والی خطا کے بیان میں) رکھا پس انھوں نے اس میں یہ خیال کیا کہ جو کچھ اس صندوق سے سنائی دیتا ہے وہ اصل آواز اور اس کے مساوی نہیں بلکہ وہ اصل آواز کی شبیہ ہے۔ جیسے آواز بازگشت اور اس کی گونج، جیسے خیال، عالم مثال سے۔

اوراس پر یہ بنیاد رکھی کہ آلات سے آوازیں سُنی جائز ہیں، کیوں کہ وہ آواز وہ آوازیں اصلی اور حقیقی آوازیں نہیں اور حکم اصل حکانیت کی طرف متجاوز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر وغیرہ نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ آئینہ میں جائے ستر کی صورت کا دکھنا، اور میں نے اس وہم کو باطل قرار دینے پر چند اوراق مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانے ماہ صفر ۱۳۲۴ھ میں تحریر کیے جب میرے سامنے ہمارے دوست (ساتھی) کامل، فاضل، شریف، سمجھدار، فقیہ دل رکھنے والے، بھڑکیلی طبیعت اور ناقد ذہن رکھنے والے، شیخ محمد علی مکی، مالکی (امام مالک کے پروکار) جو کہ مذہب امام مالک رکھنے والوں کے امام اور مسجد حرام میں مدرس اور وہاں ان کے مفتی کے صاحبزادے ہیں اور وہ مولانا علامہ، اللہ تعالی کے کرم سے ان پر رحم کیا جائے، شیخ حسین ازہری، مکی ہیں۔ اس باب میں اپنا ایک رسالہ بنام "**انوار الشروق فی احکام الصندوق**" (یعنی چمکیلے انوار، صندوق کے احکام شرعی کے بیان میں) انھوں نے مجھے پیش کیا اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے کہ انھوں نے اہل فساد کے لیے فونوگراف سے راگ سننے کی حرمت بیان کرنے میں کمال کردیا (بہت اچھا رول ادا کیا) اور کافی بیان فرمایا اور اس طرف بھی گئے ہیں کہ اس سے مطلقا قرآن عظیم سننا حرام ہے ہم انشاء اللہ تعالی عنقریب اس امر کی تحقیق پیش کریں گے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ (ت)

یہاں ہم کو دو باتیں بیان کرنی ہیں، ایک فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہ اسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صورت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسری یہ کہ بذریعہ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر بتحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ ان دونوں دعووں کو مقدموں میں روشن کریں **وباللہ التوفیق** (اللہ تعالی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے۔ ت):

مقدمہ اولی: کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے۔

(۱) آواز کیا چیز ہے؟

(۲) کیوں کر پیدا ہوتی ہے؟

(۳) کیوں کر سننے میں پیدا ہوتی ہے؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے؟

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے؟

(۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی (یعنی صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف یا فعل کے فاعل کی طرف یا کیا ۱۲ منہ) اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کس چیز کی۔

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔

ہم اس بحث کو بعونہٖ تعالی ایسی وجہ پر تقریر کریں کہ ساتوں سوالوں کا جواب اسی سے منکشف ہو، **فاقول وباللہ التوفیق** (اللہ تعالی کی توفیق ہی سے میں کہتا ہو۔ ت) ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جیسے قرع کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل وتکیف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان وگلوئے متکلم وقت تکلم کی حرمت ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکال حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیت مخصوصہ اس صورت خاصہ کلام پر بنتی ہے جس قدرت کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے، یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداء وہ قرع وقلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہ ہوائے گوش سامنے ہوتی تو یہیں وہ آ ﷺ از سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنان کے لیے سلسلۂ تموج قائم فرمایا، ظاہر ہے کہ ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج

بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وہ اپنے متصل وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک و متشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بروجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھچا ہے یہ جو چی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفسی ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالی ادراک سمعی حاصل ہوا۔ الحاصل ہر شے کا سبب حقیقی ارادۂ اللہ عزوجل ہے بے اس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وہ ارادہ فرمائے تو اصلا کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع و قلع ہے اور اس کے سننے کا وہ تموج و تجدد و قرع و طبع تا ہوائے جوف سمع ہے متحرک اول کے قرع سے ملاء مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ و کلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کے جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یوں ہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں اگر چہ جتنا فصل پڑتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج و قرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے، ولہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ موجب قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی

ہوا میں نہیں اترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی شکل پر ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک و محرک اول کی طرف ہے اور اس اس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین، یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظل کہ صرف جہت مقابل جرم مضئی مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اس آواز و کلام کو سنیں گے اور جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع و قلع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھی کہ ان ہزار اشخاص نے نیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عندالتحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی، اس تقریر سے بحمد اللہ تعالی وہ ساتوں سوال منکشف ہوگئے۔

(۱) آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے قول مشہور میں کہ ہوا کی تخصیص فرمائی مواقف اور اس کی شرح میں ہے:

الصوت کیفیة قائمة بالهواء یحملها الهواء الی الصماخ۔

(شرح المواقف، النوع الثانی، المقصد الثانی، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۲۶۰/۵)

آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے، پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اوپر سوار کر کے) کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے۔ (ت)

مقاصد اور اس کی شرح میں ہے:

کیفیة تحدث فی الهواء بسبب تموجه الخ۔

(شرح المقاصد، النوع الثانی، دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱/۲۱۶)

''آواز'' ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پید ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ نظر یہ اکثر ہے ورنہ ملائے آب میں بھی آواز سنی جاتی ہے، دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور ان میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو ان کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی یہ ہے اور کان تک موص اسی کا تموج کہ کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی، ہاں پانی تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت ملائے ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں۔

(۲) اس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ موثر نہ موقوف علیہ، اور آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قلع و قرع ہے۔ فقیر نے اس میں قدما کا خلاف کیا ہے **عملا بالمتیقن و تجافیا عن الجزاف** (یقینی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ت) وہ قلع و قرع کو سبب بعید اور تموج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموج ہوا اور تموج سے وہ شکل و کیفیت کہ مسمّی بہ آواز ہے پیدا ہوئی۔

مواقف و شرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء۔

(شرح المواقف، النوع الثالث، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایرانی، ۵/۵۸-۲۵۷)

آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔ (ت)

مقاصد و شرح میں ہے:

تحث بالتموج المعلول القرع والقلع۔

(شرح المقاصد، النوع المسموعات، دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱/۲۱۶)

آواز ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے جو ''قرع'' اور ''قلع'' کے لیے معمول، اور وہ دونوں اس کے حدوث کے لیے علت ہیں۔ (ت)

{ایک جسم کا دوسرے جسم میں پوری قوت سے ملنا ''قرع'' اور سختی سے الگ ہونا ''قلع'' کہلاتا ہے۔ مترجم}

مطالع الانظار اصفہانی، شرح طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

القرع والقلع سبب التموج الذی ھو سبب قریب الصوت۔

(مطالع الانظار شرح طوالع الانوار)

''قرع'' اور ''قلع'' موج ہوا کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں شرح مقاصد میں ارشاد فرمایا:

الصوت عندنا یحدث بمحض خلق اللہ تعالٰی من غیر تاثیر بتموج الھواء والقرع والقلع کسائر الحوادث و کثیرا ما تورد الاٰراء الباطلۃ للفلاسفۃ من غیر تعرض لبیان البطلان الافیما یحتاج الی زیادۃ بیان والصوت عندھم کیفیۃ تحدث فی الھواء بسبب تموجہ المعلول للقرع والقلع۔ (شرح المقاصد، النوع الثالث، دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱/۲۱۶)

آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس میں تموج ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں۔ اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے، اور بسا اوقات فلاسفہ کے افکار باطلہ کو تو پیش کر دیا جاتا ہے لیکن ان کے بطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر

جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو۔ آواز، ان کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو ''قرع'' اور ''قلع'' کا معمول ہے (اور وہ دونوں اس کی علت ہیں)۔ (ت)

فلاسفہ خطا کاری وغلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اس کیفیت کے حدوث کو قلع وقرع بس ہیں تموج کی حاجت نہیں۔

اولاً: قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت ورطوبت کے باعث ضرور اسی کی شکل و کیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں بلکہ اس کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموج کی ہے، خود مواقف وشرح میں فرمایا:

لیس تموجه هذا حرکة انتقالية من هواء واحد بعينه بل هو صدم بعده صدم و سكون بعد سكون فهو حالة شبيهة بتموج الماء فى الحوض اذا القى حجر فى وسطه۔ (شرح المواقف، النوع الثالث، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۵/۲۵۸)

بعینہ ایک ہوا کا ''تماج'' حرکت انتقالی نہیں، اس لیے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعدہ سکون ہے لہذا یہ اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہوجاتی ہیں۔ (ت)

شرح مقاصد میں فرمایا:

المراد بالتموج حالة مشبهة بتموج الماء تحدث بصدم بعد صدم و سكون بعد سكون۔ (شرح المقاصد، النموع الثالث، المقصد الاول، دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱/۲۱۶)

تموج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعدہ سکون کے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مقروع اول میں جو تکیف وتشکل ہوا اس کے لیے صرف اسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اول کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالاں کہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کرلیا۔

ثانیاً: اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزائے متحرک ہونے کا محتاج ہوتا چاہیئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے کہ اگر بعد کے اجزائے متموجہ بھی متشکل ہوں تو ان کو اپنے بعد کے اجزاء کا تموج درکار ہوگا تو یا سلسلۂ تموج میں تسلسل آئے گا یا سبب سے مسبب متخلف ہوجائے گا اور دونوں باطل ہیں، ہاں بظاہر تموج اس لیے درکار ہے کہ مقروع اول سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جز کو قرع کرے گا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع ومتشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا الا ماشاء اللہ تعالی اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا بھی سبب ہے اور تشکل کا بھی، قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا۔

وتفصيل القول ان التموج هوالا ضطراب والا ضطراب هوالمتضارب بين اجزأ الشئ و ذلك امابان يعلو بعضه يخدرك فى الفوران اويذهب و يجئى الى غير جهة العلو والسفل كما فى الترجرج و فيهما التضارب حقيقة لان الجزئالضارب اولا يصير مضروباوبالعكس وما بان يضرب جزاء الاول والثانى الثالث وهكذا و هذا هوا لواقع فى تموج الماء والهواء واما ماكان فلا بدفى التموج من حركان فلا بد فى

التمـوج من حركان متوالية ولا يقال لشكل ما هود النتقل ماج اوضطرب فـزيـدالـمـاشي يس متموجالا لغة ولاعرفاً هذا مانعرف من معنى التموج، والهـواء نبفس القبرع ينفظ و يتشكل و تكيف ولا (یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لیے مفہوم واضح نہیں۔مترجم)عـلـى تـوقفه على تكرر (یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لیے مفہوم واضح نہیں۔مترجم)و امكان قرع الهواء يوجب فيه الموج ولا بد۔

اور اس بات کی پوری وضاحت یہ ہے کہ ''تموج'' (یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔ اورضطراب، اجزائے شے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شے کے درمیان منقسم ہوجانا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہوجائیں تو پھر تیرا جوش سست اور ماند پڑے گا۔ یا وہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیسا کہ آمد و رفت کی حرکت میں ہوا کرتا ہے۔ اور ان دونوں میں درحقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔ اس لیے کہ جز ضارب، اولاً مضروب ہوگا و برعکس یا پہلا جزء دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک۔ پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے۔ لیکن جو بھی ہو تو اس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔ اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا ہے۔ البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگئی۔ لہذا زید ماشی (چلنے والا) لغت اور عرف میں ''متموج'' نہیں (یعنی موج والا) کیوں کہ تموج سے ہم یہ مفہوم نہیں سمجھتے۔ اور ہوا نفس قرع سے دھکیلی جاتی ہے اور متکیف ہوکر متشکل ہوجاتی ہے اور مکرر ہونے پر اس کا توقف نہیں...... قرع ہوا کا امکان بلاشبہ اس میں موج پیدا کردیتا ہے۔ (ت)

اگر کہیئے قرع کافی نہیں جب تک مقروع اس کا اثر قبول نہ کرے اور اس کا تاثر وہی تحرک ہے اور اسی کو تموج سے تعبیر کی اگرچہ حقیقت تموج وہ ہی کہ اوپر گزری۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اولاً: اس میں تسلیم ایراد ہے کہ تموج سے نفس تحریک مقروع مراد ہے۔

ثانیاً: یہ کہنا ایسا ہے کہ فاعل کافی نہیں جب تک معلول اس کا اثر قبول نہ کرے تو سبب قریب فاعل نہیں بلکہ معلل کا انفعال ہے۔

هوكما ترى وتحقيقه ان التشكل وان لم يكن الا مع التحريك ولو لم يتـحـرك لم يتشكل وسلمنا ان هذه ليست معية معلولى علة كوجود النهار و استـضـاءـة الارض بالقيود المعلومية لدى العارف بل للتحرك مد خل فـى التشـكـل لكن لا نسلم ان التحريك مرسم الشكل و يفيض الكيفية بل مـرسـم هـو الـقرع و ان كان مشروطابالتحرك فجعل التموج اى التحرك سببا قريبا ناشئيعن اشتباه الشرط بالسبب كمن يزعم ان قبول المعلول اثر العلة هو السبب القريب له فافهم و اعلم والله تعالى اعلم هذا و استدل العـلامة قدس سره فيشرح المواقف على كون التموج سببه القريب بانه شـئ حـصـل حصل الصوت واذا انتفى انتفى فانا تجد الصوت مستمرابا ستـمـرار تـمـوج الهـواء الـخـارج مـن الحلق والاٰلات الصناعية و منقطعا بـانـقـطا عه وكذا الحال فى طنين الطست فانه اذا سكن انقطع لا نقطاع تموج الهواء حينئذ اھ (شرح المواقف، النوع الثانی، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم ایران، ۵/۲۵۸)

اقول اولا لا تـمـوج عندالمقروع الاول حين هو مقروع و ان حصل حيـن كـونـه قارعا و الصوت موجود فيه لكونه مقروعا لا لكونه قارعا و **ثـانياً** يـنـقـطـع فيـمـا بـعـد بانقطاع لتموج لا نقطاع القرع لان القرع فى الاجـزاء الاخيـرة انـمـا يـصل على وجه التموج كما عرفت و **ثـالثا** الشئ

ينقطع بانقطاع شرطه فلا يفيد السببية فضلا عن الاقربية و تمسك
بعضهم بانهم انما لم يجعلوا القرع والقلع سببين للصوت ابتداء حتى
يكون التموج والوصول الى السامعة سببا للاحساس به لا لوجوده نفسه
بناء على ان القرع وصول والقلع لا وصول وهما انيان فلا يجوز كو نهما
سببين للصوت لانه زمانی اه (شرح المواقف النوع الثالث، المقصد الاول،
منشورات الشریف الرضی قم ایران، ۲۶۰/۵)

اقول التموج حركخه والحركة زمانية فكيف صار الأنى سبباله
وان جاز فلم لم يجزان يكون سببا للصوت ابتداء وقرر بان التموج ان
كان آنيا فقد جعلوه سببا للصوت الزمانى وان كان زمانيا فقد جعلو
االقرع والقلع الأنيين سبباله فجعل الأنى سببا للزمانى لازم على كل
تقدير (شرح المواقف النوع الثالث، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم ایران،
۲۶۰/۵)و اجاب عنه العلامةالسيد الشريف بانه لا محذور فيه اذا لم يكن
السبب علة تامة او جزء اخيرا منها اذلا يلزم حيتئذان يكون الزمان
موجودا فى الأن (شرح المواقف، النوع الثالث، المقصد الاول، منشورات الشریف
الرضی قم، ایران، ۲۶۰/۵)

اقول فلم لا يقال مثله فى سببية القرع للصوت و تخلل نحوشرط
ينفى كونه جزء اخيراولا ينافى كونه سببا قريبا كما لا يخفى ، وتعقب
بالتمسك المذكورفى الصحائف بما قد كان ظهر للعبد الضعيف اول ما
نظرت التمسك وهولنا لا تسلم ان الصوت زمانى لان بعض الحروف آنى
كما يجيئ مع انه صوت اه، قال الحسن چلپی ولا يخفى عليك اندفاعه

بما مرمن ان الحرف عارض للصوت لانفسه اه (حاشیہ حسن چلپی علی شرح
المواقف، النوع الثالث، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۲۶۰/۵)

اقول لا يخفى عليك اندفاعه بما ياتى للعلامة حسن نفسه ان كون
الحرف عبارة عن تلك الكيفية العارضة للصوت انما هو عند الشيخ
(يعنى ابن ينا شيخ المتفسفين) وعند جمع من المحققين الحرف هو
الصوت المعروض للكيفية المذكورة اه (حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف، القسم
الثانی المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۲۶۹/۵-۲۶۸)اما ما قال بعده
ان الشبه بالحق انها مجموع العارض والمعروض كما صرح به البعض و
سيشير اليه الشارح فيما سيأ تى اه (حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف، القسم
الثانی المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۲۶۹/۵)ارادبه قول العلامة
ان الحرف قد يطلق على الهيأة المذكورة العارضة للصوت وعلى مجموع
المعروض و العارض وهذا انسب بمباحث العربية ا ه (شرح المواقف، القسم
الثانی، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۲۷۱/۵) فحسبك فى دفعه
مانقل هو عنه قدس سره ان اصحاب العلوم العربية يقولون الكلمة
مركبة من الحروف ويقولون للكلم انه صوت كذافلو لم يكن الحرف
عندهم مجموع العارض والمعروض بل عارض الصوت فقط الماصح
منهم ذلك اه (حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف، القسم الثانی المقصد الاول، منشورات
الشریف الرضی قم، ایران، ۲۷۱/۵)وانت تعلم ان القول بالمجموع وان كان
اقرب اى قول ائمة العربية ان الكلمة صوت لانه حينئذ تسمية للكل باسم
الجزء وعلى الاول تسمية للعارض باسم المعروض وهذا ابعد من ذالك

لکن الموافق بقولهم وفاقا کلیا هوماقال المحققون ان الحرف صوت لا
عارضة ولا المجموع ولذاقال چلپی نفسه ان کون الحرف عبارة عن
نفس المعروض انسب بذلك القول من المذهبین ولا مجاز فی ذلك
الاطلاق علی هذا التقدیراصلاً اه (حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف، القسم الثانی
المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۵/۲۷۱)

اقول وکان مراد القائل بالمجموع انه المعروض من حیث هو
معروض فلا ینافی قول المحققین انه الصوت المعروض وبهذایتم
الاستدلال لقول المجموع بکلام ائمة العربیة من دون اشکال فاستقر
عرش التحقیق علی ان الحرف هو الصوت المعروض و به اندفع
المتمسك رأسا ورأیت فی کلام امام جمیع الفنون الاعرف بکلها من اهلها
لسان الحقائق سیدنا الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی الله
تعالی عنه فی کتابه "الدرا لمکنون و الجوهرالمصئون" فی علم المجفر
ما نقص اما الحرف فلفظ مشترك یطلق علی اللفظ من ای جنس من
المخلوقات و هوالهواء الخارج من الصدر المنقطع بالشفتین واللسان
المتکیف الی الحروف والاصوات اه (الدرالمکنون والجواہرالمصون)فهو
کماتری تجوز منه رضی الله تعالی عنه الاتری انه جعل فی اٰخر الکلام
الهواء متکیفا بالحروف فالحروف کیفیات تحدث فی الهواء لانفسه کما
هو ظاهر ثم رأیته قد سناالله تعالی بسره الکریم صرح به نفسه قبل هذا
فی توضیح اتی به فی "فصل سرالا ستنطاق" اذقال اعلم ان الحروف
علی ثلثة انواع فکریة ولفظیة وخطیة فالحروف الفکریة هی

صورروحانیة فی افکار النفوس مصورة فی جواهرها وؔالحروف
اللفظیة هی اصوات محمولة فی الهوی مدرکة بطریق الاذنین بالقوة
السامعة وٓالحروف الخطیة هی نقوش خطت بالاقلام فی وجوه الالواح
اه (الدرالمکنون والجواہرالمصون)فهذا هو الحق الناصع علیه المحققون، والله
تعالی اعلم۔

وہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، اوراس کی تحقیق یہ ہے کہ تشکل بغیر تحریک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نتیجہ
یہ نکلا کہ اگر تحرک نہ ہوتو پھر تشکل نہ ہوگا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ''معیب'' علت کے دو
معلولوں جیسی معیب نہیں جیسے وجودنہار، اورزمین کی روشنی ان قیود کے ساتھ جوایک عارف کو
معلوم ہی ہیں بلکہ تحریک کوتشکل میں ایک گونہ دخل ہے لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ ''تحرک'' مرسم
تشکل اورمفیض کیفیت ہے۔ بلکہ مرسم تشکل ''قرع'' ہے اگر چہ وہ مشروط بالتحرکہ ہے..........
..........لہٰذا تموج یعنی تحریک کوسبب، قریب، قرار دینا (یہ بات) اس
شتباہ سے پیدا ہوگئی کہ شرط کوسبب سمجھ لیا گیا۔ اس شخص کی طرح جو یہ گمان کرتا ہے کہ معلول کا،
علت کے اثر کوقبول کر لینا اس کے لیے ''سبب قریب'' ہونے کی دلیل اورعلامت ہے۔ پس
اس بات کوسمجھ لیجئے اوراچھی طرح جان لیجئے۔ اوراللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ علامہ قدس
سرہ نے شرح مواقف میں استدلال کیا کہ آواز کے لیے ''تموج'' سبب کے قریب ہے کیوں؟
اس لیے کہ جب تموج پیدا ہوتو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تموج منفی ہوتو آﷺاز بھی منفی
ہو جاتی ہے کیوں کہ ہم آواز کا استمرار حلق اورآلات صناعیہ سے نکلنے والی ہوا کے تموج کے
استمرار سے پاتے ہیں اورتموج میں انقطاع سے آواز کا انقطاع پیدا ہوجاتا ہے۔ اورطشت کی
چھکار کا بھی یہی حال ہے۔ جب وہ ساکن ہوجائے تو آواز ختم ہوجاتی ہے کیوں کہ اس وقت
تموج ہوا میں انقطاع پیدا ہوگیا اھ...... اقول (میں کہتا ہوں) اولاً: مقروع اول بحیثیت

مقروع اول ہونے کے اس میں کوئی تموج نہیں۔ ہاں البتہ اس میں تموج پیدا ہو جائے گا جب کہ وہ قارع ہوگا اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لیے کہ وہ مقروع ہے نہ اس لیے کہ وہ قارع ہے۔ وثانیاً: ازیں بعد آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ تموج منقطع ہو جاتا ہے کیوں کہ قرع منقطع ہو گیا کیوں کہ آخری اجزاء میں قرع علی وجہ التموج پہنچتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ ثالثاً انقطاع شرط کی وجہ سے شے منقطع ہو جاتی ہے (یعنی شرط نہ ہو تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا) لہٰذا یہ سبب ہونے کے لیے مفید نہیں چہ جائیکہ قریب ہونے کے لیے مفید ہو۔ اور بعض لوگوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ اہل علم نے قرع اور قلع کو ابتداء آواز کے لیے سبب نہیں قرار دیا حتی کہ تموج اور وصول الی السامعۃ اسکے احساس کا سبب ہو جائیں نہ کہ اس کے نفس وجود کا اس لیے کہ قرع وصول ہے اور قلع لا وصول ہے۔ اور وہ دونوں ''آنی'' ہیں لہٰذا یہ دونوں آواز کے لیے سبب نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ زمانی ہے اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) تموج، حرکت ہے۔ اور حرکت، زمانی ہوا کرتی ہے۔ پھر جو چیز آنی ہے وہ اس کا کیسے سبب ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں جائز کہ ابتداء آواز کے لیے سبب ہو۔ اور اس کی تقریر یوں کی گئی کہ ''تموج'' آنی ہے تو خود انھوں نے اس کو صورت زمانی کے لیے سبب قرار دیا ہے اور اگر وہ زمانی ہے تو پھر انھوں نے قرع اور قلع جو کہ دونوں آنی ہیں اس لے لیے سبب ٹھہرائے۔ گویا ہر تقدیر پر آنی کا زمانی کے لیے سبب ہونا لازم آیا۔ علامہ سید شریف جرجانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں کوئی محذور اور ممانعت نہیں جبکہ سبب، علت تامہ یا علت تامہ کا جزء آخری نہ ہو کیوں کہ پھر زمانے کا آن میں موجود ہونا لازم نہیں آتا اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیوں نہ کہا جائے کہ اس قسم کا معاملہ قرع کا صوت کے سبب ہونے میں ہے اور شرط جیسی چیز کا تخلل (درمیان میں گھس جانا) اس کے جز اخیر ہونے کی نفی کرتا ہے۔ لیکن اس کے سبب قریب ہونے کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور صحائف میں استدلال مذکور کا ایک ایسے کلام سے تعاقب کیا گیا جو اس بندۂ ضعیف پر پہلی ہی مرتبہ استدلال کو ایک نظر دیکھنے سے ظاہر ہوا، اور معلوم ہوا کہ وہ ہمارا استدلال ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آواز زمانی ہے کیوں کہ بعض حروف آنی ہیں جیسا کہ آگے آئیگا حالاں کہ وہ آواز ہیں اھ علامہ حسن چلپی نے فرمایا اس کا دفاع تم پر گزشتہ کلام کی وجہ سے بالکل پوشیدہ نہیں کہ حروف آواز کو عارض ہوتے ہیں لہٰذا خود آواز نہیں اھ اقول خود علامہ موصوف کے آئندہ کلام کے پیش نظر تم پر اس کا رد مخفی نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) حرف کا کیفیت عاف للصوت سے عبارت ہونا شیخ ابو علی ابن سینا شیخ الفلاسفہ کے نزدیک ہے۔ لیکن ایک گروہ محققین کے نزدیک حرف صوت معروض برائے کیفیت مذکورہ سے عبارت ہے اھ لیکن اس کے بعد علامہ موصوف نے فرمایا کہ حق سے زیادہ مشابہ یہ ہے کہ حرف عارض و معروض کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور آئندہ کلام میں شارح اس کی طرف اشارہ فرمائیں گے اھ اس سے علامہ موصوف کا وہ قول مراد ہے کہ کبھی حرف کا ہیئت مذکورہ عارضہ للصوت پر اطلاق کیا جاتا ہے، اور کبھی عارض و معروض کے مجموعہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ عربی مباحث کے زیادہ مناسب ہے اھ اور تجھے اس کے دفاع میں وہی کافی ہے جو حسن چلپی نے شارح علامہ قدس سرہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب علوم عربیہ فرماتے ہیں کہ ''کلمہ'' حروف سے مرکب ہے، پھر متعدد کلموں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی آواز ہے۔ لہٰذا اگر حرف ان کے نزدیک عارض و معروض کا مجموعہ نہ ہوتا بلکہ حرف ''عارض للوت'' ہوتا تو پھر یہ بات ان سے کبھی صحیح نہ ہوتی اھ اور تم جانتے ہو کہ قول بالمجموع اگر چہ ائمہ عربیہ کے قول کے زیادہ قریب ہے کہ ''کلمہ'' آواز ہے اس لیے کہ پھر اس طور پر تسمیہ کل باسم الجزء قول اول کے مطابق تسمیۃ العارض باسم المعروض ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے۔ لیکن وفاق کلی کے طور پر ان کے قول کے موافق وہ ہے جو

کچھ اہل تحقیق نے فرمایا۔''حرف'' صرف آواز ہے، نہ عارض ہے اور نہ عارض ومعروض کا ''مجموعہ'' ہے۔ اسی لیے خود علامہ چلپی نے فرمایا: ''حرف'' نفس معروض سے عبارت ہو یہ دو مذہبوں میں سے اس قول کے زیادہ مناسب ہے کیوں کہ اس اِس تقدیر پر اس اطلاق میں بالکل مجاز نہیں اھ

اقول (میں کہتا ہوں) گویا قائل بالمجموعہ کی مراد یہ ہے کہ وہ معروض بحیثیت معروض ہے لہذا یہ ائمۂ تحقیق کی رائے کے منافی نہیں کہ وہ صوت معروض ہے۔ پھر اس سے قول بالمجموعہ کا استدلال بغیر کسی اشکال ائمۂ عربیہ کے کلام سے تام ہوجاتا ہے پس عرش تحقیق قرار پذیر ہوگئی کہ حرف وہی صوت معروض ہے، اور اس سے استدلال بالکل دفع ہوگیا۔ میں نے ن کے کلام میں دیکھا جو تمام فنون کے امام، سب کی اہلیت رکھتے ہوئے جملہ علوم کے بڑے عارف، حقائق کی زبان، ہمارے آقا، سب سے بڑے شیخ، دین اسلام کو زندہ کرنے والے ''ابن عربی'' رضی اللہ تعالی عنہ، انھوں نے اپنی کتاب ''الدرالمکنون والجوہر المصؤن'' جو علم جفر میں ہے اس کی عبرت یہ ہے ''حرف'' ایک مشترک لفظ ہے کہ جس کا اطلاق لفظ پر کیا جاتا ہے خواہ مخلوق کی کسی جنس میں سے ہو۔ اور وہ ہوا ہے جو سینے سے برآمد ہوتی ہے دو ہونٹوں اور زبان سے قطع کی جاتی ہے۔ حروف اور آواز سے متکیف ہوتی ہے (یعنی وہ ہوا حروف اور آواز کی کیفیت اختیار کرلیتی ہے) جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالی عنہ کا مجازی کلام ہے۔ کیو تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے گفتگو کے آخر میں ہوا کو موصوف بہ کیفیت حروف قرار دیا ہے۔ لہذا حروف ایسی کیفیات ہیں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں، نفس ہوا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ پھر میں نے ان کے کلام میں دیکھا (اللہ تعالی ہمیں ان کے بھید کریم کے طفیل پاک فرمائے) خود انھوں نے اس سے قبل اس کی تصریح فصل سرالاستنطاق میں کردی ہے جب کہاں جان لیجئے، حروف کی تین قسمیں ہیں: (۱) فکری (۲) لفظی (۳) خطی۔ ''حروف فکریہ''، وہ افکار نفوس میں روحانی صورتیں ہیں جو اپنے جواہر میں تصویر شدہ ہیں۔ ''حروف'' لفظیہ'' وہ آوازیں ہیں جو ہوا پر سوار ہیں۔ دو کانوں کے ذریعے، قوت سامعہ سے ان کا ادراک کیا جاتا ہے۔ ''حروف خطیہ'' وہ ایسے نقوش، جو قلموں کے توسط سے الواح کے چہروں پر کشید کئے جاتے ہیں اھ۔ پس یہی خالص اور واضح حق ہے اور اسی پر ائمہ تحقیق قائم ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

(۳) سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

(۴) ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل وکیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں، کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یوہیں یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

(۵) ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ طوالع ومقاصد ومواقف وغیرہا میں اس پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔

لانطيل الكلام بذكرها وذكرمالها وعليها اقول والحق ان الصوت يحدث عند اول مقروع كهواء الفم عندالتكلم ثم لا يزال يتجدد حتى يحدث فى الاذن فهوموجود خارج الاذن بعدة لا يعلمها الا الله جل وعلا ثم باعلامه رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم باعلام النبى صلى الله عليه وسلم من شاء من خدمه و اوليائه اماالمسموع بالفعل فليس الا صوتا حادثا فى الاذن كما علمت فليكن التوفيق وبالله التوفيق۔

ہم ان دلائل وشواہد کے ذکر، اور مالھا اور ماعلیھا (یعنی جو کچھ ان کے لیے ہے اور ان پر

وارد ہے) کے ذکر سے کلام کو طویل نہیں کرتے (بلکہ) میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ آواز ، اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت منھ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالی بلند و بالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس کے آگاہ کرنے سے اس کے رسول کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم) جانتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے خدام اور اولیاء میں سے جس کو پسند فرمائیں آگاہ فرمادیں۔لیکن مسموع بالفعل تو ایک آواز ہے جو کان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ لہذا توفیق ہونی چاہیئے ۔اور اللہ تعالی کے کرم سے ہی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔(ت)

(۶) وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ مواقف سے گزرا: **الصوت کیفیة قائمة بالهواء** (شرح المواقف، النوع الثالث، منشورات الشریف الرضی قم ، ایران، ۵/۲۶۰) (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔ت) آواز کنندہ کی حرکت قرعی و قلعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

(۷) جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے **کما لا یخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)۔

(۸) انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعۂ تموج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا، بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

(۹) یہیں سے ظاہر ہوا کہ دوبارہ اور تموج حادث ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جب کہ تشکل وہی باقی ہے۔

(۱۰) وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے

ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلاً ہوائے دہن متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جب یہ امور واضح ہولیے تو اب آلۂ فونوگراف کی طرف چلئے حکیم جلت حکمتہ (حکیم مطلق کہ جس کی حکمت بڑی عظیم الشان ہے۔ت) نے جوف سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ ان کیفیات سے متکیف ہو کر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یونہیں یہ حالت رکھی کہ ادا کرکے معاً اُس کیفیت سے خالی ہوکر پھر لوح سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کے لیے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہوکر مانع فہم کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی، ولہذا اب تک عام لوگوں کے پاس ان کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگر چہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوقہ سے ایک امت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلمات ایمان تسبیح رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لیے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلمات کفر تسبیح الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت،

کما صرح به امام الحقائق سیدی الشیخ الاکبر رضی الله تعالی عنه والشیخ العارف بالله تعالی سیدی الامام عبدالوهاب الشعرانی قدس سره الربانی۔

جیسا کہ اہل حقائق کے امام، میرے آقا، الشیخ الاکبر (اللہ تعالی ان سے راضی ہو) نے اس کی تصریح فرمادی۔ اور شیخ ، اللہ تعالی کی معرفت رکھنے والے، امام، عبدالوہاب، شعرانی (ان کا خدائی بھید پاک کیا جائے) نے بھی تصریح فرمادی۔(ت)

اوراس کا سبب ظاہری یہ تھا کہ ان کیفیات کا حامل ایک نہایت نرم ولطیف ورطب جسم تھا

یعنی ہوا یا نہایت کمی کے ساتھ پانی بھی جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اور جس طرح لطافت و رطوبت باعث سہولت انفعال ہے یوہیں مورث سرعت زوال ہے اسی لیے نقش برآب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیت الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالی یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی ان اشکال حرفیہ وصوتیہ سے متشکل ہوا اور اپنے یبس وصلابت کے سبب ایک زمانہ تک انھیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہوا نھیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموج ختم ہوجاتا ہے آواز ختم ہوجاتی ہے **کما تقدم عن شرح المواقف** (جیسا کہ شرح مواقف کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ت) یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموج ہوا ختم ہوا اور آواز محفوظ ومخزون ہے انتہائے تموج سے سننے میں نہیں آتی اس کے لیے دوبارہ تموج ہوا کی محتوج ہے کہ ہمارے سننے کا یہی ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی مطلق ہے اب بھی اسے سن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم و مشاہد ہے ولہذا اچھیل دینے دے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح کاغذ سے خط کے نقش چھل جاتے ہیں اور ان سے خالی کرکے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہوئی تختی دھوکر دوبارہ لکھ سکتے ہیں اور تکرر قرع سے بھی بتدریج ان میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرح صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہوکر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک ان چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں ان اشکال مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت ولطافت کے باعث بدستور ان کیفیات سے متکیف اور قوت تحریک کے باعث متموج ہوکر اسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہوا ان اشکال کو لے کر بعینہ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد تموج کے سبب تجدد سماع ہوا نہ کہ تجدد صوت، **کما استلفنا له التحقیق والله ولی التوفیق** (جیسا

کہ ہم نے پہلے اس کی تحقیق کردی۔اور اللہ تعالی حصول توفیق کا مالک ہے۔ت) تو فونو کی چوڑیاں صرف ہواہائے متوسطہ میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوش سامع تک بیچ میں سو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلے ہوا اور اس سے دوسری اس سے تیسری یہاں تک کہ سو ہوا نے اشکال صوت طبلہ سے متشکل ہوکر ہوائے جوف گوش کو مشکل کیا اور سماع واقع ہوا، یہاں یوں سمجھئے کہ اس فواخت سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہوکر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ دیکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہوکر سویں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں صورتوں میں وہی صوت طلبہ ہے کہ تجدد امثال سو واسطوں سے کان تک پہنچتی اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور وسری میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبدا ہے تو کیا وجہ کہ ان سو واسطوں سے جو سنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو اور ان سو واسطوں کے بعد جو سنا گیا وہ اس کا غیر ہو اس کی تصویر اس کی مثال ہو، یہ محض تحکم بے معنی ہے، اصل تشکل اول جو قرع طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورت اولےٰ میں بھی ننانوے منزل اس پار چھوٹ گیا اور یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقیناً یہاں بھی حاصل، پھر تفرقہ یعنی چہ علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الاحساس بالصوت یتوقف علی ان یصل الهواء الحامل له الی الصماخ لا بمعنی ان هواء واحد بعینه یتموج یتکیف بالصوت ویوصله الی القوة السامعة بل بمعنی ان مایجاورذلك الهواء المتکیف بالصوت یتموج ویتکیف بالصوت ایضا وهکذا الی ان یتموج ویتموج ویتکیف به الهواء الراکد فی الصماخ فتدرکه السامعة حینئذ۔ (شرح المواقف،

النوع الثالث، المقصد الثانی، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۵/۶۱-۲۶۰)

آواز کا احساس، اس پر موقوف ہے کہ جو ہوا اس کو اٹھا رہی ہے وہ کانوں کے سوراخ تک پہنچے، نہ اس معنی سے کہ بعینہٖ ایک ہی ہوا میں تموج پیدا ہو کر وہ کیفیت صوت سے متصف ہوجاتی ہے۔ پھر آواز کو قوت سامعہ تک پہنچا دیتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہ کہ جو ہوا ''متکیف بالصوت'' ہے اس کے متصل مجاور جو ہوا ہے اس میں موج پیدا ہوتی ہے پھر وہ بھی جزء اول کی طرح متکیف بالصوت ہوجاتی ہے، پھر یونہی یہ سلسلۂ تموج اور تکیف آگے تک چلتا ہے اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ اس ہوا میں موج پیدا ہوتی ہے جو کانوں میں ٹھہری ہے پھر وہ کیفیت صوت سے متصف ہوجاتی ہے پھر اس طرح قوت سامعہ آواز کا ادراک کرلیتی ہے۔ (ت)

اس کے متن مواقف مع الشرح میں ہے:

سبب الصوت القريب تموج الهواء وليس تموجه هذا حركة انتقالية من هواء واحد بعينه بل هو صدم بعد صدم و سكون بعد سكون.

(شرح المواقف، النوع الثالث، المقصد الثانی، منشورات الشریف الرضی قم، ایران، ۵/۵۸-۲۵۷)

آواز کا سبب قریب ہوا میں موج پیدا ہونا ہے اور اس کا یہ تموج ایسی حرکت انتقالیہ نہیں جو بعینہٖ ایک ہوا سے ہو، بلکہ وہ نوبت بہ نوبت دباؤ اور سکون بعد سکون کی وجہ سے ہے (ت)۔

بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرح نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال و مثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور بفرض غلط ایسا ہوتا بھی تو مجوز کے لیے کیا باعث خوشی تھا بالجملہ شرع مطہر نے اس نوع آواز کو حرام فرمایا ہے تشخص تشکل بلکہ تشخص طبلہ کسی کو بھی اس میں دخل نہیں حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے آواز ملاہی علت تحرم، وہ تشخصات نہیں بلکہ یہ کہ وہ لہو ہیں۔

كما ينبع عنه اسماها ويشير اليه قوله تعالى ومن الناس من يشترى لهو الحديث (القرآن الکریم ۳۱/۶) **وقوله صلى الله تعالى عليه وسل كل كهو المؤن باطل وفى رواية حرام الافى ثلث.**

(جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد، ۱/۱۹۷ ☆ وسنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، ص ۲۰۷ ☆ مسند احمد بن حنبل ۴/۱۴۴ و ۱۴۸ ☆ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ، مجتبائی، دہلی، ۲/۲۴۸)

جیسا کہ ان کا نام اس سے آگاہ کررہا ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالٰی کا ارشاد اشارہ کررہا ہے لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل (تماشہ) کی باتوں کا خریدار ہے (اور ان سے دلچسپی اور وابستگی رکھتا ہے)، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ''مومن کا ہر کھیل باطل ہے'' اور ایک روایت میں ہے: ''ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل'' (کہ ان کی اجازت ہے)۔ (ت)

وہ دل کو خیرے پھیر کر شہوات و ہفوات کی طرف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ دل پر ان کے زنگ چڑھ کر مہر ہوجاتی ہے پھر حق بات نہ سنے نہ سمجھے، **والعياذ بالله تعالى** (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت)

كما قال عزوجل بل ران على قلوبهم ماكانوا يكسبون (القرآن الکریم ۸۳/۱۴) **وفيه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ان العبد اذا اذنب ذنبا تكتب فى قلبه نكتة سوداء فان تاب ونزع واستغفر كقل قلبه وان عادزادت حتى تعلو قلبه فذٰلك الران الذى ذكر الله تعالى فى القراٰن رواه احمد و الترمذى وصححه والنسائى وابن ماجة** (جامع الترمذی ابواب التفسیر، سورۃ ویل للمطففین، امین کمپنی، دہلی، ۲/۱۶۸ و ۱۶۹ ☆ مسند امام احمد حنبل عن ابی ہریرہ،

۲/۲۹۷ ☆ وسنن ابن ماجہ ابواب الزہد ص۳۲۳) **و اٰخرون عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه وهو معنی حديث ابن مسعود رضی الله تعالی عنه الغناء ينبت التفاق فی القلب كما ينبت الماء العشب** (اتحاف السادۃ المتقین ، کتاب ذم الجاہ والریاء بیان ذم حب الجاہ، دارالفکر، بیروت، ۲۳۸/۸) **بل هو للبيهقی فی شعب الايمان عن جابر رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم وفيه الزرع مكان العشب** (شعب الایمان للبیہقی، حدیث ۵۱۰۰، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۷۹/۴)

جیسا کہ اللہ زبردست اور جلیل القدر نے ارشاد فرمایا: بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان برے کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور اس آیت قرآنی کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے: ''جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان ابھر آتا ہے، اگر توبہ کرے باز آئے اسے اتار پھینکے اور اللہ تعالی سے گزشتہ کی بخشش مانگے تو اس کا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے، اور اگر وہی برائی دوبارہ کرے تو وہ نشان بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اکےل پر غالب آجاتا ہے (اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے۔)'' پس یہی وہ زنگ اور میل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے جس روایت کیاا ور ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ اور دوسرے ائمۂ حدیث نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ''راگ دل میں اس طرح نفاق اگا دیتا ہے جس طرح پانی گھاس اگا دیتا ہے'' کا یہی معنی ہے، بلکہ وہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں حجرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سند سے روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں لفظ 'عشب' (گھاس) کی جگہ لفظ 'الزرع' (کھیتی) ہے۔ (ت)

غرض ان آوازوں میں بالطبع یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ فتنہ کی طرف کھینچیں اور قدم ثبات کو لغزش دیں۔

وذٰلك قوله تعالی و استفززمن استطعت منهم بصوتك.

(القرآن الکریم، ۶۴/۱۷)

اور اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: جن لوگوں پر تو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے لغزش دے۔ (ت)

ہر عاقل جانتا ہے کہ اس میں حضوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے پیدا ہوں اپنا رنگ لائیں گی تو علت حرمت قطعاً حاصل ہے پھر حکم حرمت کیوں کر زائل، اور یہ ادعا کہ فونوں سے سازوں کی آوازیں مورث طرب نہیں صرف موجب عجب ہیں بداہت کے خلاف ہے بلاشبہ سازوں سے ان کی آواز سننا جو اثر کرتا ہے وہی فونو سے، کہ آواز بلا تفاوت وہی ہے، خصوصیت شکل آلہ کا ایراث عدم ایراث طرب میں کیا دخل، نہ اخافۂ عجب مانع طرب۔

فاند فع مازعم الفاضل المعاصر السيد الاهدل حفظه الله تعالی انه لايحصل من سماعه طرب بل عجب وغاية مايدعيه بعضهم حصول اللذة واللذة مع كونها من باب المشكك ليست علة التحريم فقط بل العلة مع ذلك كون الآلات من شعار الفسقة، والصندوق لم يوضع للضرب ولا قصد له ولا شهر بانه شعار الفساق فانی يتاتی الالحاق اھ بمحصلة وقد اتينا فی تخيصه علی مقسد رسالته اجمع

اقول اولاً ما الطرب الاالفرح الحزن اوخفة تلحقك تسرك اوتحزنك والحركة والشوق كما فی القاموس (القاموس المحیط، فصل الطاء، باب

الباء، مصطفیٰ البابی، مصر، ۱/۱۰۱)وکل ذلك معلوم قطعافی سماع اصوات الآلات من الصندوق کما عهامنها سواء بسواء وکلها ههنا لوازم اللذة التی سلم وجود هلوا لخفة ان اخذت بمعنی ما یقهره العقل فلیست لازمة بسماع الآلات ایجا فرب سامع لها لا یعتریه خفة فی عقله انما ذلك لمن انهمك فیها وهی تصل لمثله فی السماع من الصندوق ایجا **وثانیا** هذه الآثار التی تتولد منها هی الکافیة قطعا للتحریم والیها النظرفی تسمیتها آلات الملاهی من دون توقف علی کونها شعار الفسقة حتی لوفرض انعدام الفساق من الدنیا لحرمت الآلات لما ذکرنا واین کانت الفسقة اذ قال الله عزوجل لابلیس واستفزز من استطعت منهم بصوتك (القرآن الکریم، ۱۷/۶۴)بل هذه الآثار ه التی جعلتها شعار الفساق فهو اثر العلة منها لاجزء هانعم مالاباس به فی نفسه ولم یکن من ماینا قض مقاصد الشرع الشریف وهو مما شعارالفساق یکون النهی عنه لذلك التشبه بهم فههنا لك تبنی الامن علی الشعار لا فی مثل ما فی مبحث عنه وکذلك مابه باس فی نفسه وومما شعار الفسقة ینهی عنه للوجهین ای لکل منهما لا للمجموع حتی تکون الشعار یة جزء العلة ویقیصر النهی علیها فاذا انتفت انتفی لا قائل به احد من علماء الدنیا **وثالثا** وکون اللذة من باب المشکك انما کان یجدی نفعا لوثبت جوز نفس الا لتذاذ بتلك الا صوات وتوقفت الحرکة علی مخصوص منها وثبت ان اللذة لا تبلغ ذلك الحد لا بالسماع من نفس الآلات دون الصندوق ولم یثبت شئ من ذلك ورابعا ان الصندوق لم یوضع للضرب فنحن لا نحرم نفسه بل سماع صوت ای منه وذلك یکون بوضع القوالب المودعة فیها اصواتها وهی ما وضعت الالذلك وهینئذ لا یقصد من الصندوق الاالضرب و سماعها شعار الفسقة قطعا وبالجملة فالتفرقة بین سماع اصوات الملاهی منها ومن الصندوق ماهی الا جروف ها رماله من قرار و **خامسا** هذا کله علی فرض ذنب التنزلی والاقد قمنا البرهان علی ان صوت الملاهی المسموع من الصندوق هوعین صوت تلك الملاهی فیف یفرق بین الشئ ونفسه وای حاجة الی الا لحاق وبالله التوفیق **وسادسا** ثم ان السید نفسه یقول قد سمعنا حکایته للقرآن فلم نرالاا انها قراءة فصیحة مرتلة بنغمة تمیل الیها النفوس اھ

اقول افصحتم بالحق فلا (یہاں اصل میں بیاض ہے۔)القرآن واسدت تلك النغم الحسان تمیل نفوس العامة او تلك الصوات الملهیة عن ذکرالرحمن (یہاں اصل میں بیاض ہے۔)لها الشیطان وذلك هوالطرب المنهی عنه وعلیه مدار تحریمها فحسب والله الموفق۔

فاضل، ہمعصر، سید اہدل حفظہ اللہ تعالیٰ کا دفاع ہوگیا کہ صندوق کی آواز سننے سے طرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف ''عجب'' پیدا ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جس کا بعض لوگ دعوی کیا کرتے ہیں کہ اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذت باوجودیکہ باب تشکیک میں سے ہے تنہا علت حرمت نہیں، بلکہ گانے بجانے کے آلات واسباب کا فاسقوں کے شعار میں سے ہونا اور حصول لذت، یہ دونوں مل کر علت تحریم ہیں اور صندوق بجانے کے لیے موضوع نہیں۔ اور اس کا یہ مقصد بھی نہیں۔ اور شعار، فساق میں، اس کی شہرت بھی نہیں۔ پھر اس کا ان آلات لہو سے کیسے الحاق ہوسکتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ پورا اور مکمل ہوگیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اولاً:** طرب، صرف خوشی، غم، حرکت اور شوق اور ایسی خفت جو
تجھے لاحق ہوتو تجھے خوش یا غمگین کردے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور یہ سب کچھ یقینی طور پر
معلوم ہے اور صندوق سے آوازیں سننے میں موجود ہے جیسا کہ دوسرے آلات کے سماع میں
موجود ہے، لہذا اس باب میں دونوں برابر۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہاں یہ سب لوازم
لذت ہیں کہ جس کے وجود کو مجوز نے تسلیم کیا ہے (مراد یہ کہ ان سب کے لیے حصول لذت
لازم ہے) اگر ''خفت'' اس معنی میں لی جائے کہ وہ چیز جو عقل کو مقہور اور مغلوب کردے تو پھر
یہ بات سماع آلات میں بھی لازم نہیں، کیوں کہ بسا اوقات آلات سے راگ سننے والے کی
عقل میں بھی کوئی خفت اور فتور عارض نہیں ہوتا، البتہ یہ اس شخص کے لیے ہوگا جو بصورت
استغراق کی صورت میں اگر صندوق سے راگ سنے تو اس سے نیز یہ کیفیت خفت حاصل
ہوجائے گی (گویا بصورت استغراق دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ **وثانیاً** یہ آثار وکوائف جو سماع
آلات سے پیدا ہوتے ہیں حرمت کے لیے یقیناً کافی ہیں چنانچہ ہماری تلاوت کردہ نصوص
میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور ان کا نام آلات لہو رکھنے میں بھی یہی منظور نظر ہے بغیر اس
توقف کے کہ فاسقوں کا شعار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ پوری دنیا میں کوئی
فاسق موجود نہیں تو اس کے باوجود بھی سماع راگ ان آلات سے حرام ہوگا اس وجہ سے کہ جس کو
ہم نے بیان کردیا ہے (ذرا غور تو کرو) جب اللہ تعالی نے شیطان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا
اولاد آدم میں سے جس پر تو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے ڈگمگا دے۔ (ارے بتاؤ) کہ
اس وقت فاسق کہاں تھا بلکہ وہ آثار جن کو تم نے فساق کا شعار قرار دیا وہ ان کے لیے اثر علت
ہیں۔ علت جاجز نہیں۔ البتہ بذاتہٖ جن میں کچھ حرج نہیں۔ اور نہ یہ مقاصد شریعت کے مخالف
ہیں۔ پھر وہ فساق کے شعار ہوں تو ان سے تشبہ کی وجہ سے ممنوع ہوں گے۔ پھر یہاں امر شعار
پر مبنی ہوگا نہ کہ زیر بحث مقام میں، اور یوں ہی وہ امور کہ ان کے فی نفسہٖ وجود میں کوئی حرج ہے

اور شعار، فساق ہوں تو ان سے دو وجوہ کی بنا پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک وجہ
کی بنا پر، لہذا مجموعہ مراد نہیں تا کہ ان کا شعار ہونا علت کا جزء ہوجائے۔ اور نہ ہی صرف ان پر مبنی
ہو کہ جب وہ منفی ہوں تو نہی منفی ہوجائے۔ حالاں کہ دنیا کا کوئی عالم اس بات کا قائل نہیں
وثالثاً لذت کا باب تشکیک سے ہونا اس وقت فائدہ بخش ہوسکتا ہے کہ جب ان آوازوں سے
نفس لذت کا جواز ثابت ہوتا۔ اور حرکت مخصوص آوازوں پر موقوف ہوتی۔ اور یہ ثابت ہوتا کہ
نفس آلات کے سماع سے بغیر صندوق کے لذت اس حد تک نہ پہنچی، حالاں کہ ان میں سے کوئی
بات ثبت نہیں **رابعاً** واقعی صندوق بجانے کے لیے نہیں بنایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نفس صندوق کو
حرام نہیں قرار دیتے بلکہ اس سے راگ سننے کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ اس میں ایسے
قالب موجود ہیں کہ ان میں آوازیں بھری جاتی ہیں۔ اور وہ قالب اسی مقصد کے لیے بنائے
گئے ہیں۔ پھر اس صورت میں صندوق سے یہی ضرب مقصود ہے۔ اور ان لوگوں کا راگ سننا بلا
شبہ شعار فساق ہے۔ (خلاصۂ کلام) راگ کی آوازیں، آلات لہو اور صندوق کے سننے میں کوئی
فرق نہیں۔ اور یہ تفرقہ بالکل کھو کھلے کرنے والے دہانے کی طرح کہ جس کو کوئی قرار اور ثبات
نہیں۔ **وخامساً** یہ سب کچھ اس پر مبنی ہے کہ بطریقہ ''تنزل'' صدور گناہ فرض کرلیا جائے ورنہ ہم
نے اس پر دلائل وشواہد قائم کیے ہیں کہ جو راگ کی آواز صندوق سے سنائی دیتی ہے وہ بالکل
وہی اصلی آواز ہے (اس کی حکایت اور مثال نہیں) کیوں کہ شے اور اس کی ذات میں کیسے تفرقہ
کیا جاسکتا ہے (کیوں کہ وہ دونوں باہم عین ہیں) لہذا الحاق کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اور
اللہ تعالی ہی سے حصول توفیق ہے۔ **سادساً** سید صاحب خود فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی
حکایت سنی۔ اور ہم اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک فصیح وبلیغ قرائت ہے جو نغمات سے ترتیل
شدہ ہے، جس کی طرف نفوس مائل اور راغب ہوتے ہیں اھ

اقول (میں کہتا ہوں) بلاشبہہ تم نے حق ظاہر کردیا ہے۔ کیا یہ قرآن مجید نہیں۔ اور جو کچھ

ان حسین وجمیل نغموں کے قائم مقام ہے جس کی طرف نفوس عامہ راغب ہوتے ہیں یا وہ
آوازیں ہیں جو ذکر ''رحمٰن'' سے غافل کرنے والی بلکہ شیطان کی طرف راغب کرنے والی۔
اور یہ وہی خوش کن راگ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسی پر ان کی حرکات کا مدار ہے اور
بس۔ اور اللہ تعالی ہی (امور خیر کی) توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

بالجملہ شک نہیں کہ طبلہ، سارنگ، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورات کا گانا یا فحش گیت وغیرہ
وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سننا حرام ہے بلا شبہ ان کا فونوں سے بھی سننا حرام ہے نہ یہ
کہ اسے محض تصویر وحکایت قرار دے کر حکم اصل سے جدا کر دیجئے یہ محض باطل وبے معنی ہے۔

سابعاً اس تصویر مجرد ما بین اصل ہونے کا حال تو جب کھلے کہ زید کی ہجو یا اس کے
والدین پر گالیواں اس آلہ میں بھر کر سنائی جائیں کیا اس پر وہی ثمرات مرتب نہ ہوں گے جو فونو
سے باہر سننے میں ہوتے پھر اپنے نفس کے لیے فرق نہ کرنا اور واحد قہار کی معصیتوں کو ہلکا
کر لینے کے لیے یہ تاویلیں نکالنا کس قدر دیانت سے دور ومہجور ہے۔

**نسأل الله العفو دالعافية اما ماذكر السيد ال هدل عفاالله تعالی
عنا و عنه من حديث رؤية صورة المرأة فی المرآة فاقول ثامنا تبين لك
ان صوت المالاهی من الصندوق هو عين صوتها منها لا مثاله بخلاف
عكس المرأة فی المرآة وتاسعا كلام ابن حجر فی التحفة فی باب النكاح
عقيد قول الامام النودی فی منها جه ويحرم نظر رجل بالغ الی عورة
حرة ما نصه خرج مثالها فلا يحرم نظره فی نحو مرأة كما افتی به غير
واحد ويؤيده قولهم لوعلق الطلاق برؤيتها لم يحنث برؤية خيالها فی
نحو مرآة لا نه لم يرها ومحل ذلك كما هو ظاهر حيث لم يخش فتنة ولا
شهرة اه (تحفہ) ومثله فی النهاية الرملی فقد افاد اٰخراما ابادهذا القياس**

**فان صوت المالا هی نفسه فتنة ولا دخل فيه لخصوص اٰلة فانه يورث
قطعا سماعة من الصندوق مايورث سماعه من غيره فلا فرق بخلاف
الخيال فانه غير مشتهی بنفسه ولا صالح لذالك فافترقا و عاشرا انی لا
اظن هذا الشرع المطهر يبيح رؤية فرج الاجنبية عارية عن الثياب فی
المرآة فان فيه من الفساد والبعد عن مقاص الشرع ما لايخفی ولا اعلم
قط رخصته فی ذلك عن علمائنا وان حكموا ان برؤية فرج المرأة فی
المرآة بشهوة لا تثبت حرمة المصاهرة لا نه لم يرفرجها بل مثاله وهو
مبنی علی القول بالانطباع دون انعكاس الشعاع والا لكان المرئی نفس
الفرج لاخياله۔ والله تعالی اعلم۔**

ہم اللہ تعالی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔ رہا یہ کہ جو کچھ سید اہدل نے ذکر فرمایا
اللہ تعالی ہمیں اور انھیں معاف فرمائے، اور وہ آئینہ میں عورت کی شکل وصورت دیکھنے کی بات
ہے۔ فاقول (تو میں کہتا ہوں) **ثامناً** تمھارے لیے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صندوق سے
راگ کی آواز سننا بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آلات راگ سے آواز سنی جائے لہذا آواز
صندوق ان کی مثل اور حکایت نہیں بخلاف آئینہ میں عورت کا عکس (فوٹو) دیکھنا۔

تاسعاً علامہ ابن حجر کا کلام تحفہ باب نکاح میں نووی کے قول ''منہاج'' کے بعد کہ کسی
بالغ مرد کا کسی آزاد عورت کے ستر کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے جس کی انھوں نے تصریح فرمائی، تو
اس سے عورت کی مثال اور شبیہ (فوٹو) خارج ہے، لہذا کسی مرد کا آئینہ میں عورت کی شبیہ اور
عکس دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے اس کا فتوی دیا ہے۔ اور ان کے اس
قول سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت دیکھنے پر طلاق منکوحہ کو معلق
(موقوف) کر دیا تو پھر آئینہ میں عورت کا عکس اور شبیہ دیکھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیوں کہ اس

نے عورت نہیں دیکھی بلکہ اس کا عکس دیکھا ہے۔ اور محل (محمل) جیسا کہ ظاہر ہے یہ ہے کہ جہاں فتنہ اور شہوت کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اھ اور علامہ رملی کے "النہایہ" میں یوں ہی مذکور ہے۔ پس اس نے آخر میں وہ افادہ پیش کی جس نے اس قیاس کو واضح کر دیا کہ نفس راگ کی آواز فتنہ ہے پس اس میں خصوصیت آلہ کو کوئی دخل نہیں، لہذا صندوق سے راگ سننا یقیناً وہی کچھ پیدا کرتا ہے جو دوسرے آلات راگ سے سنا جائے تو پیدا ہوتا ہے۔ لہذا دونوں کے سماع میں کوئی فرق نہیں بخلاف خیال (اور عکس) کے اس میں بذات خود اشتہا (چاہت) نہیں ہوتی اور اس قابل بھی نہیں ہوتا لہذا دونوں میں فرق ہو گیا (اور وجہ افتراق ظاہر ہو گئی) عاشراً میں تو اس شریعت پاک کے متعلق یہ گمان کر سکتا کہ اس نے آئینہ میں برہنہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہو (اور اس کو مباح قرار دیا ہو) کیوں کہ اس میں ایسا فساد اور مقاصد شریعت سے بعد (دوری) ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور مجھے اپنے علمائے کرام سے قطعاً اس کی اجازت اور رخصت معلوم نہیں۔ اگر چہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ آئینہ میں بطور شہوت عورت کی شرم گاہ دیکھنے سے حرمت مصاہرۃ (حمت دامادی) ثابت نہ ہوگی کیوں کہ مرد نے عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھی اس کا عکس اور شبیہ دیکھی ہے۔ اور یہ قول انطباع (ٹھپہ لگ جانا) پر مبنی ہے نہ کہ انعکاس شعاع پر۔ ورنہ مرئی نفس شرم گاہ ہوتی نہ کہ اس کا خیال۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مقدمہ ثانیہ:

علمائے کرام نے وجود شے کے چار مرتبے لیے ہیں:

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورت زید جو اس کے لیے مرآت ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

فان الاسم عبارة عن المسمى وفى مسند احمد و سنن ابن ماجة وصحاح الحاكم وابن حبان عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عن ربه عزوجل انا مع عبدى اذا ذكرنى وتحركت بى شفتاه۔

(مسند امام بن حنبل، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۵۴۰/۲ ☆ صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۱۲۲/۲)

کیوں کہ نام اپنے مسمی سے عبارت ہے (اور اسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزوجل سے ذکر فرمایا (کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال الله تعالى يجدونه مكتوبا عندهم فى التورته والا نجيل۔

(القرآن الکریم، ۱۵۷/۷)

(اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اہل کتاب اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دونحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول و هذا هو عندى حقيقة انكار ائمتنا المتكلمين الوجود الذهنى

اى ان الشئ ليس فى الذهن بل شبيهه و حمله الامام الرازى على انكار كونه علما ثم ذهن به المتاخرون الى ماذهبوا والا فانكار قيام معان بالاذهان هما لا يعقل عن عاقل فضلا عن اولٰئك اساطين العلم والعرفان۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا بایں معنی ہے کہ خود شے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس بات کو اس پر محمل کیا کیا کہ اس سے علم شے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف رہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحب عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ ان علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو) (ت)۔

مگر ہمارے ائمۂ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود وتحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزہ و جلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ولا ہو ولا گیرہ لا خالق ولا مخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جدا ہونا محال ہے، نہ عین ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ت) یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العلمین، نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃ وہی متجل ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا انکے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا۔ ؎

ومبدم گر لباس گشت بدل
شخص صاحب لباس راچہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحب لباس کا اس کا اس میں کی نقصان ہے۔ت)

؎ مہرے ست دراز تاب خفاش
ایمان باید ترانہ کنگاش

(چمگاڈر طویل کچلی والی کا مہر ہے، تجھ میں ایمان ہونا چاہیئے نہ کہ صلاح ومشورہ۔ت)

ابوجہل نے جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شتر نر جوان کی شکل میں دیکھا کہ منھ کھولے ہوئے اس پر حملہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبرئیل نہ تھے کوئی اور چیز جبریل پر دلالت کرنے والی تھی حاشا یقیناً جبریل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبرئیل کی صورت جمیلہ نہیں **له ستمأة جناح قدس الافق** (اس کے یعنی جبریل علیہ اسلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ت) اس راز کو اہل حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم و اذعان واجب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔

(القرآن الکریم، ۷/۲۰۴)

جب قران مجید پڑھا جائے تو خاموش ہوکر اسے کان سے سنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(ت)

اور فرماتا ہے:

فاجره هتى يسمع كلام الله۔ (القرآن الکریم، ۹/۶)

تو اسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تا کہو ہ اللہ تعالٰی کا کلام سنے (ت)۔

اور فرماتا ہے:

فاقرئو اما تیسر من القراٰن۔ (القرآن الکریم،۲۰/۷۳)

پڑھو،جس قدرقرآن مجیدآسان ہو(یعنی آسانی سے پڑھ سکو)۔(ت)

اورفرماتاہے:

ولقد یسرنا القران للذکرفھل من مدکر۔(القرآن الکریم،۱۷/۵۴)

یقیناً ہم نصیحت کے لئےقرآن مجیدآسان کردیا،بھاہےکوئی نصیحت ماننے والا۔(ت)

اورفرماتاہے:

بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم۔ (القرآن الکریم،۲۹/۴۹)

بلکہ وہ روشن اورواضح آیتیں ہیں،ان لوگوں کےسینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سےنوازا گیا(ت)

اورفرماتاہے:

وانہ لفی زبر الاولین۔ (القرآن الکریم،۲۶/۱۹۶)

بیشک وہ پہلےلوگوں کےصحیفوں میں موجودہے۔(ت)

اورفرماتاہے:

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ۔ (القرآن الکریم،۸۰/۱۳و۱۴)

وہ باعزت،بلنداورپاک صحیفوں میں مرقوم ہے(ت)

اورفرماتاہے:

بل ھو قراٰن مجید فی لوح محفوظ۔ (القرآن الکریم،۸۵/۲۱)

بلکہ شرف وبزرگی والاقرآن کریم لوح محفوظ(محفوظ تختی)میں(لکھاہوا)ہے۔(ت)

اورفرماتاہے:

انہ لقراٰن کریم فی کتب مکنون لا یمسہ الا المطھرون۔

(القرآن الکریم،۵۶/۷۷تا۷۹)

بیشک وہ باعزت قرآن مجیدایک پوشیدہ کتاب میں درج ہےاس کوسوائےپاکیزہ افراد کےاورکوئی ہاتھ نہیں لگاسکتا۔(ت)

اورفرماتاہے

نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین (القرآن الکریم،۲۶/۱۹۳تا۱۹۵)**الی غیر ذلک من الاٰیات۔**

اسےروح الامین(حضرت جبریل)نےواضح عربی زبان میں تمھارےقلب اطہرپر اتاراتاکہ تم سنانےوالےحضرات میں سےہوجاؤ،یہاں تک کہ ان کےعلاوہ اوربھی بیشماراس نوع کی آیات ہیں۔(ت)

دیکھواسی کومقرواسی کومسموع اسی کومحفوظ اسی کومکتوب قراردیااسی کوقرآن اوراپنا کلام فرمایا،سیدناامام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فقہ اکبرمیں فرماتےہیں:

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسنۃ مقرو وعلی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منزل ولفظنا بالقراٰن مخلوق وکتابتنالہ ومخلوق و کلام اللہ تعالی غیر مخلوق۔

(فقہ اکبرمع وصیت نامہ،ملک سراج الدین اینڈسنزکشمیری بازار،لاہور،ص۴)

قرآن مجیداللہ کاکلام صحیفوں میں لکھاہےاوردلوں میں محفوظ ہےاورزبانوں پرپڑھاگیا ہےاورحضوااکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات اقدس پراتاراگیاہے،اورہماراقرآن مجیدکوبولنا اوراسی طرح اس کولکھنااورپڑھنااورمخلوق ہےلیکن بااینہمہ اللہ کاکلام مخلوق نہیں۔(ت)

نیزوصایامیں فرماتےہیں:

نقربان القراٰن كلام الله تعالى ووحيه ونزيله وصفته لاهو ولاغيره بل هو صفة عى التحقيق مكتوب فى المصاحف مقرو بالالسن مهفوظ فى الصودر من غير حلول فيها (الىٰ قوله رضى الله تعالى عنه) والله تعالى معبود ولا يزال عماكانوكلامه مقرو مكتوب ومحفوظ من غير مزايلة عنه۔

(فقہ الکبر مع وصیت نامہ، ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار، لاہور، ص ۲۹)

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام، اس کی وحی، اس کا نازل کردہ اوراس کی صفت ہے۔ لہذا وہ عین ہے اور نہ غیر، بلکہ بر بنائے تحقیق اس کی صفت عالیہ ہے۔ صحیفوں میں لکھا ہوا، زبانوں پر پڑھا ہوا، اور سینوں میں حلول کے بغیر محفوظ شدہ۔ (امام صاحب رضی الہ تعالی عنہ کے اس ارشاد تک) اور اللہ تعالی سچا معبود ہے، اوراس کی شان ہمیشہ ''الاٰن کما کان '' (ایک شان پر جلوہ گر) ہے۔ پس اس کا کلام پڑھا گیا، لکھا گیا اور حفاظت شدہ ہے، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی چیز زائل ہو۔ (ت)

عارف باللہ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں:

لا تظن ان كلام الله تعالى اثنان هذا الفظ المقرو والصفة القديمة كما زعم ذلك بعض من غلبت عليه الصطلاحات الفلاسفة والمعتزلة فتكلم فى كلام الله تعالى بما اداه اليه عقله وخالف اجماع السلف الصالحين رضى الله تعالى عنهم على ان كلام الله تعالى واحد لا تعدد له بحال وهو عندنا وهو عنده تعالى وليس الذى عند نا غير الذى عنده ولا الذى عنده غير الذى عندنا بل هو صفة واحدة قديمة موجودة عنده تعالى بغيراٰلة لوجود ها وموجودة الضاً عندنا بعينها لكن سبب اٰلة هى

نطقنا وكتابتنا وحفظنافمتى نطقنا بهذه الحروف القراٰنية وكتبنا هاوحفظنا هاكانت تلك الصفه القديمة القائمة بذات الله تعالى التى هى عندها تعالى هى عندنا ايجا بعينها من غير ان يتغير من انها عنده تعالى ولا النفصلت عنه تعالى ولا اتصلت بناو انما هى على ما عليه قبل نطقنا وكتابتنا وحفظنا (المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیہ) الى اٰخر مااطال واطاب عليه رحمة الملك الوهاب۔

یہ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالی کے دو کلام ہیں، ایک یہ پڑھے ہوئے الفاظ، دوسری وہ صفت قدیمہ، جیسا کہ بعض ان لوگوں نے گمان کیا کہ جن پر فلا سفہ اور معتزلہ کی زبان (اصطلاحات) غالب ہوگئی۔ پھرانھوں نے اللہ تعالی کے کلام میں ایسی گفتگو کی کہ جس تک انھیں ان کی ناقص عقل نے پہنچا دیا۔ اور انھوں نے اسلاف صالحین کے اجماع کا خلاف کیا رضی اللہ تعالی عنہم، باوجودیکہ اللہ تعالی کا کلام ایک ہے، کسی حال میں اس ک اندر کوئی تعداد نہیں۔ لہذا جو ہمارے نزدیک ہے وہی اللہ تعالی کے نزدیک ہے۔ اور یوں بھی نہیں جو ہمارے پاس ہے وہ غیر ہے اس کا جو اس کے پاس ہے، اور نہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالی کے پاس ہے وہ اس کے خلاف ہے جو ہمارے پاس ہے، بلکہ وہ ایک ہی صفت قدیمہ ہے جو اللہ تعالیکے ہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کے وجود میں کسی آلہ کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ بعینہٖ ہمارے پاس بھی موجود ہے مگر اس کا آلہ ہے۔ اور وہ ہمارا بولنا، لکھنا اور یاد رکھنا ہے۔ پھر جب ہم ان حروف قرآنیہ کو بولیں، انھیں لکھیں اور انھیں یاد کریں تو جو صفت قدیمہ کہ اللہ تعالی کی ذات سے قائم ہے جو اس کے حضور موجود ہے یہ وہی ہے جو بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے، بغیر اس کے کہ اس میں تبدیلی پیدا ہوجائے اس صفت سے جو اللہ تعالی کے حضور موجود ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالیسے کچھ منفصل (جدا) ہوکر ہم سے متصل (پیوستہ) ہوجائے۔ بلکہ وہ صفت اب بھی اسی

حالت پر موجود ہے جو ہمارے بولنے، لکھنے اور یاد کرنے سے پہلے جسھالت پر موجود تھی، (علامہ موصوف نے) آخر تک یہی طویل اور پاکیزہ کلام فرمایا۔ بخشش کرنے والے، کائنات کے حکمران کی ان پر بے پایاں اور خصوصی رحمت کا نزول ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ نوع اول فصل اول باب اول میں فرماتے ہیں:

اذا علمت هذا ظهرلك فسادقول من قال ان كلام الله تعالى مقبول بالاشتراك الوضعى على معنيين الصفة القديمة والمؤلف من الحروف والكلمات الحادثة فانه قول يؤول بصاحبه الى اعتقاد الشرك فى صفات الله تعالى واشارة النبى سلى الله تعالى عليه وسلم هنا فى هذا الحديث (اى حديث ان هذا القراٰن طرفه بيد الله تعالى و طرفه بايديكم رواه ابن ابى شيبة والطبرانى فى الكبير (الترغیب والترہیب، بحوالہ الطبرانی فی الکبیر، الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ، حدیث ۳، مصطفےٰ البابی، مصر، ۱/۷۹) **عن ابى شريح رضى الله تعالى عنه) الى القراٰن تفيدانه واحد لاتعدد له اصلاوهو الصفة القديمة وهو مكتوب فى المصاحب، المقروابالا لسنة، المحفوظ فى القلوب من غير حلول فى شئ من ذلك ومن لم يفهم هذا على حسب ماذكرنا لصعوبته عليه يجب عليه الايمان به بالغيب كمايؤمن بالله تعالى ويباقى صفاته سبحانه وتعالى ولايجوز لا حدان يقول بحدوث ما فى المصاحف والقلوب و الاسنة** (الحدیقۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، باب اول، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱/۶۲-۶۱) **الى اٰخرما افادوا جادعليه رحمة الملك الجواد.**

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو پھر تم پر اس کے اس قول کا فساد ظاہر ہو گیا کہ جس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اشتراک وضعی کے طور پر دو معنوں پر بولا گیا ہے، ایک صفت قدیمہ اور دوسرا وہ جو عروف اور کلمات حادثہ سے مرکب ہے۔ کیوں کہ یہ ایک ایسا قول ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں اعتقاد شرک کی طرف راجع (اور پہنچاتا ہے) (لہذا یہ قول قطعاً ٹھیک نہیں) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس حدیث میں یعنی حدیث ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ قرآن مجید،، اس کی ایک طرف، اللہ تعالیٰ کے بے مثل ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ تو گویا آپ کا قرآن مجید کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ محدث ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوشیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ پس اس اشارہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے اس میں بالکل کوئی تعدد نہیں۔ اور وہ صفت قدیمہ ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے پڑھا گیا اور دلوں میں ضبط شدہ ہے کہ جس میں کوئی حلول نہیں اور جو کوئی ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق اس مسئلہ کو بوجہ اس کے اشکال کے نہ سمجھے تو پھر بھی واجب ہے کہ وہ اس پر اسی طرح ایمان بالغیب رکھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ پاک اور برتر کی ذات اور دیگر صفات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ جو کچھ مصاحف میں مرقوم، دلوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہے وہ حادث ہے۔ (یہ سب کچھ) آخر تک علامہ موصوف نیا فادہ فرمایا اور اس میں کمال کر دیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ جو پوری کائنات کا بادشاہ اور نمایاں طور پر سخی ہے، اس کے ان پر خصوصی رحمت و برکات کا دائمی نزول ہو۔ (ت)

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ باب ما یجوز بیعہ و مالا میں فرماتے ہیں:

قد جعله (اى المكتوب و المصحف) اهل السنة والجماعة حقيقة

كلام الله تعالى وان كان النطق به واقعا منا فافهم، واكثرمن ذلك لايقال ولا يسطرفى كتاب۔

(المیزان الکبری، باب ما یجوز بیعہ ومالا یجوز، مصطفی البابی، مصر، ۲/۶۷)

اہل سنت و جماعت نے جو کچھ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کو حقیقتا اللہ تعالی کا کلام ٹھہرایا گیا اگر چہ ہماری طرف سے اس کا تلفظ (بولنا) واقع ہوتا ہے، لہذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کیوں کہ اس سے زیادہ نہ کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے (ت)

اور پر ظاہر کہ اس بارہ میں سب کسوٹیں یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم میں مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قرئت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے (ہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا، یو ہیں اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہ غزل نہیں یا حضرت شیخ سعدی قدسسرہ کا کلام نہیں، یو ہیں جب اس سے کوئی آئیہ کریمہ ادا کریں کوئی شبہ نہیں کرسکتا کہ یہ وہ آیت ادا نہ ہوئی ضرور ادا ہوئی اور اسی تأدیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان وگلو سے پیدا ہوا تھا۔

رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جبکہ فونو سے کوئی آیۂ سجدہ تلاوت کی جائے۔ اقول (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں فقیر نے یہی فتوی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں، اس کا انکر تو بداہت کا انکار ہے، نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کے لیے قاری جنس مکلّف سے ہونا عندالاکثر وہوالصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب مصحح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے۔ طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح مجنون بلکہ ایک تصحیح میں

سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں، نہ اس پر اگر چہ جاگنے کے بعد اسے اطلاع دے دی جائے کہ تو نے آیت سجدہ پڑھی تھی، نہ اس سے سننے والے پر، تنویرالابصار و درمختار میں ہے:

لا تجب بسماعه من الطير۔ (درمختار شرح تنویرالابصار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوت، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/۱۰۵)

سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا جب کہ کسی پرندے سے آیت سجدہ سنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هوالاصح زيلعى وغيره وقيل وقيل تجب وفى الحجة هو الصحيح، تاتارخانية۔ قلت والاكثر على تصحيح الاول و به جزم فى نورالايضاح۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوت، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۵۱۷)

اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ زیلعی وغیرہ (میں یہی مذکور ہے اور یہ بھی کہا گیا بصورت مذکورہ سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ فتاوی حجۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے، تاتارخانیہ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر ائمۂ کرام قول اول کی تصحیح پر قائم ہیں، چنانچہ نورالایضاح میں اسی پر یقین کیا ہے۔ (ت)

النائم اذا اخبرانه قرأها فى حالة النوم تجب عليه وهوالا صح تتارخانية و فى الدراية لا تلزمه هوالصحيح امداد ففختلاف التصحيح واما لزومها على السامع منه اومن المغمى على فنقل فى الشرنبلا لية ايضا اختلاف الرواية و التصحيح و كذامن المجنون۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوت، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۵۱۶)

سونے والے کو جب بتایا جائے کہ اس نے بحالت خواب آیت سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، تتارخانیہ، اور درایہ میں ہے کہ اس پر (دریں صورت) سجدہ لازم نہیں، اور یہی صحیح ہے، امداد، پس اس میں تصحیح کا اختلاف ہے لیکن سامع (سننے والا) اور بے ہوش پر سجدۂ تلاوت کا لزوم (تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ شرنبلالیہ میں روایۃ اور تصحیح کا اختلاف نقل کیا گیا ہے اور اسی طرح دیوانے کے بارے میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتح لکن ذکر شیخ الاسلام انه لایجب بالسماع من مجنون اونائم اوطیرلان السبب سماع تلاوة صحیحة وصحتها التمییز ولم یوجد وهذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی فلیکن هوالمعتبران کان میزا وجب بالسماع منه والا فلا اھ واستحسنه فی الحلیة۔

فتح القدیر میں فرمایا: لیکن شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا اگر دیوانے یا سونے والے یا پرندہ سے آیت سجدہ سنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیوں کہ اس کا سبب تلاوت صحیحہ ہے۔ اور صحت تلاوت کا مدار تمیز ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ اور یہ تعلیل اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ یہی تفصیل بچے میں کی جائے۔ لہذا اسی کا اعتبار کرنا چاہیئے کہ اگر بچہ عقل وتمیز رکھتا ہے تو اس سے آیۃ سجدہ سنی گئی تو سجدہ تلاوت واجب ہے ورنہ نہیں اھ اور اس کو حلیہ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سننے میں آئی اسی مکلّف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے، اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجہ ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سننے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سن کر دوبارہ یہ گونج سنی نہ نئے پر جس نے پہلی تلاوت نہ سنی تھی یہ صدا ہی سنی کہ حکم مطلق ہے۔ تنویر ودر میں ہے:

لاتجب بسماعه من الصدٰی۔

(درمختار شرح تنویرالابصار، کتاب الصلٰوۃ، باب سجود التلاوۃ، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/۱۰۵)

آواز بازگشت سے آیت سجدہ نہیں تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

تجب علی المحدث والجنب وکذا تجب علی السامع بتلاوۃ هؤلاء الا المجنون لعدم اهلیته لا نعدام التمییز کالسماع من الصدی کذافی البدائع والصدی مایعارض الصوت فی الاماکن الخالیة۔

(بحرالرائق، کتاب الصلٰوۃ، باب سجود التلاوۃ، مصطفی البابی، مصر، ۲/۱۱۹)

بے وضو اور جنبی (ناپاک) پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ان لوگوں سے تلاوت سننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے مگر دیوانے پر نہیں، اس لئے کہ وہ اہلیت سجدہ نہیں رکھتا کیوں کہ اس میں عقل اور تمیز نہیں جیسے آواز بازگشت سننے سے وجوب سجدہ نہیں۔ البدائع میں یہی مذکور ہے۔ اور صدٰی (آواز، بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہو جائے۔ (ت)

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہو کر تموج تازہ اس کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف ومقاصد اور ان کی شروع میں ثانی کو ظاہر بتایا، پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموج نیا ہے یہی اظہر ہے شرح مواقف وطوالع سے، بعض

تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اس کیفیت سے متکیف ہوکر آتی ہے یہ نص مواقف ومقاصد و شرح ہے، مطالع الانظار کی عبارت پھر محتمل ہے، ولہذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔ مواقف میں ہے:

الظاهر ان الصدى تموج هواء جديد لا رجوع الهواء الاول۔

(المواقف شرحہ، النوع الثانی، المقصد الثالث، منشورات الشریف الرضی قم ایران، ۲۶۷/۵)

ظاہر یہ ہے کہ آواز بازگشت، ایک نئی ہوا میں موج پیدا ہونا ہے، لہذا وہ پہلی ہوا کا واپس لوٹنا نہیں (ت)۔

شرح میں ہے:

وذٰلك لان الهواء اذا تموج على الوجه الذى عرفته هتى صادم جسما يقاومه و يرده الى خلف لم يبق فى لهواء المصادم ذلك التموج بل يحصل فيه يسبب مصادمته ورجوعه تموج شبيه بالتموج الاول ، وقد يظن ان الهواء المصانم يرجع متصفا بتوجه الول بعينه فيحمل ذلك الصوت الاول الى السامع الاترى ان الصدى يكون على صفته وهيأته وهذا وان كان محتملا الاان الاول هو الظاهر۔

یہ اس لیے کہ جب ہوا میں اس وجہ کے مطابق موج پیدا ہو کہ جس کو آپ پہچان چکے، حتی کہ اگر وہ کسی ایسے جسم سے ٹکرائے کہ جو اس کے مقابلے میں آئے اور وہ اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے تو پھر اس ٹکرانے والی ہوا میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں تصادم اور رجوع کی وجہ اور سبب سے ایک ایسا تموج پیدا ہوگا جو تموج اول کے بالکل مشابہ اور اس کی شبیہ ہوگا۔ اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ہوا متصام بعینہٖ یعنی بالکل اس پہلے تموج کے ساتھ متصف رہتے ہوئے واپس لوٹتی ہے۔ پھر اس پہلی ہی آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ صدی (بازگشت) اپنی صفت اور ہیئت پر باقی ہوتی ہے اگرچہ اس بات کا احتمال ہے مگر پہلی بات ہی ظاہر ہے۔ (ت)

مقاصد میں ہے:

جعل الواصل نفس الهواء الراجع اواخر تكيفا بكيفيته على ماهوا لظاهر۔

(المقاصد علی ہامش شرح المقاصد، النوع الثالث، دارالمعارف النعمانیہ، لاہور، ۲۱۷/۱)

نفس ہوا راجع کو واصل قرار دینا یا دوسری ہوا کو جو پہلی کی کیفیت سے متکیف (اومتصف) ہو جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔ (ت)

شرح میں ہے:

تردد وافى ان حدووثه من تموج الهواء الاول الراجع على هيأته اومن تموج هواء اخربيننا وبينا المقاوم متكيف بكيفية الهواء الراجع وهذا هوالاشبه۔

(شرح المقاصد، النوع الثالث، دارالمعارف النعمانیہ، لاہور، ۲۱۸/۱)

ماہرین عقلیات کو اس بات میں تردد (اور تذبذب) ہے کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے، آیا وہ پہلی ہوا جو اپنی ہیئت پر لوٹنے والی ہے (وہ اس کے حدوث کا سبب ہے) یا کسی دوسری ہوا کا تموج (لہرانا) جو ہمارے اور جسم کے مقابل کے درمیان واقع ہے جو لوٹنے والی ہوا کی کیفیت سے متصف اور متکیف ہے (وہ آواز کے حدوث کا سبب ہے) اور یہی اشبہ ہے۔ (ت)

طوالع میں ہے:

الصدی صوت یھصل من انصراف هواء متموج عن جبل اوجسم املس۔ (طوالع الانوار)

الصدیٰ آواز بازگشت، ایک ایسی آوا ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہواکے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

اس کی شرح مطالع میں ہے:

فان الهواء اذا تموج وقاومه مصادم کجبل اوجدار املس بحیث یصرف هذا الهواء المتموج الی خلف محفوظا فیه هیأة تموج الهواء الاول حدث من ذلك صوت وهوا الصداء۔ (مطالع الانظار شرح طوالع الانوار)

جب ہوا میں تموج یعنی لہر پیدا ہو۔ اور کوئی ٹکرانے والا جسم (متصادم) اس کے مقابل ہو جائے جیسے پہاڑ یا کوئی ملائم دیوار کہ یہ مقابل جسم اس تموج والی ہوا کو پیچھے پھیر دے اور دھکیل دے کہ اس پہلی ہوا کا تموج اپنی ہیئت پر بدستور محفوظ ہو۔ پس اس سے ایک آواز پیدا ہوگی، پس وہی ''صدیٰ''، یعنی آواز، بازگشت ہے (ت)۔

اس کی دوسری شرح شرح میں ہے:

الصدی صوت یحصل من هواء متموج منصرف عن جسم املس یقاوم الهواء المتموج ویمنعه من النفوذ فیه وبالضرورة ینصرف الهواء المتموج من ذلك الجسم الی الخلف علی مثل الهیأة التی کان علیها وحینئذ یحتمل ان یکون الهواء المتموج المصادم للجسم الاملس یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه ویحمل الصوت الی السامع وان یکون سبب الصدی تموج جدید حصل للهواء لانه اذا تموج الهواء حتی صادم جسما املس یقاومه ویرده الی الخلف لم یبق فی لهواء المتصادم ذلك التموج بل یهصل لسبب المصادمة والرجوع تموج شبیه بالتموج الاول فهنا التموج الجدید الذی کان ابتداء ه عندانتهاء الاول هو سبب الصدی قیل الاظهر هوالثانی۔ (شرح طوالع الانوار)

الصدیٰ آواز بازگشت، ایک آواز ہے جو موج والی ہوا، جو کسی ملائم جسم کی وجہ سے لوٹتی ہے، جو تموج والی ہوا کے مقابل ہوتا ہے، اور اس کو اس میں نفوذ سے روکتا ہے۔ لہذا اس ضرورت کی بنا پر تموج والی ہوا اس جسم سے اسی پہلی ہیئت پر پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ لہذا اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ تموج والی ہوا جو جسمی چکنے اور ملائم جسم سے ٹکراتے ہوئے بعینہٖ پہلے تموج سے متصد رہتے ہوئے لوٹ جائے، اور آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آواز بازگشت (صدی) کا سبب کوئی تموج جدید ہو جو ہوا کو حاصل ہوا ہو۔ کیوں کہ جب ہوا میں تموج پیدا ہو جب کہ اس سے کوئی ایسا ملائم جسم مقابل ہو جائے جو اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے، پھر ہوا متصادم میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ تصادم اور رجوع کے سبب سے ہوا میں کوئی ایسی موج پیدا ہو جائے جو بالکل تموج اول کی شبیہ ہو۔ پس یہ تموج جدید کہ جس کی راہنمائی پہلے تموج کی انتہا سے ہے۔ پس یہی آواز بازگشت (صدی) کا سبب ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ دوسری بات زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بر تقدیر ثانی ظاہر وہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے،
اولاً صدمۂ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دور کر دیا تو دوبارہ اس مین تموج کہاسے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکن ٹھہرا نہ کہ محرک

ثانیاً اثر قرع دو تھے، تحرک و تشکل، جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش برآب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے، کیا ہم نہیں دیکھتے کہ انی جو جنبش دینے سے

جوشکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معاً جاتی رہتی ہے۔ کو دشرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی (شرح المواقف ،المقصد الاول، النوع الثانی، منشورات الشریف الرضی قم ایران، ۵/۲۵۸) جب وہ معنی ہوگا تو یہ منفی ہوگا۔ت) اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قول ثانی کی صحیح وصاف تعبیر وہی ہے جو مواقف و مقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقاومت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل و تحرک آیا آواز کا ٹھپا اس میں سے اس میں اتر گیا اور یہ رک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمن اجسام میں وہی پیش نظر ہے، قوت محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اس طاقت کو پورا کر کے رک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقادم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھا کر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے۔ اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو، ہوا سا لطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہر حالت کچھ سہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لیے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دوسری میں اتر گئی اور وہ لائی، مگر شرح مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا، قول ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع میں ایجاب سجدہ کے لیے اسی تموج اول سے وقوع سماع لازم ہے اور قول اول پر قید بڑھانی واجب ہوگئی کہ وہ تموج محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو وزبان تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوت دافعہ بھی شریک ہوگئی، غرض کچھ کہئے یہی حکم سماع فونو میں ہوگا، قول ثانی پر بعینہٖ وہی فونو کا واقعہ ہے کہ تشکل باقی اور متموج

ہوائے ثانی، اور قول اول پر یہاں بدرجۂ اولیٰ عدم وجوب لازم کہ جب بحال بقائے تموج وتشکل معاً صرف تخلل تصادم و رجوع سے ایجاب نہ رہا تو یہاں کہ تموج بدل گیا بروجہ اولیٰ وجوب نہ ہوگا۔ اور مختصر یہ ہے کہ سجدہ سماع اول پر ہے نہ کہ معاد پر، اگر چہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہوا اور شک نہیں کہ سماع صدا سماع معاد ہے، اور فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لیے ہوئی ہے، لہٰذا ان سے ایجاب سجدہ نہیں، اللہ تعالیٰ اعلم۔

جب یہ مقدمہ جلیل ممہد ہولیا تو اب بتوفیقہ تعالیٰ تنقیح مسئلہ کی طرف چلئے، یہاں صور عدیدہ ووجوہ شتی ہیں:

وجہ اول: سب میں پہلے تحقیق طلب ان پلیٹوں گلاسوں کی طہارت ہے، مسالا کہ ان پر لگایا جاتا ہے اگر اس میں کوئی ناپاک جز شامل ہے (جس طرح یورپ کی اکثر اشیاء میں معہود و مشہور ہے ان کے یہاں شراب کے برابر کوئی شے حافظ قوت ادویہ نہیں اور تمام تحلیلات و اعمال کیمیا ویہ میں جن سے ایسی تراکیب کم خالی ہوتی ہیں اس پرٹ کا استعمال لازم ہے اسپرٹ قطعاً شراب ہے سمیت کے سبب قابل شرب نہ ہونا اسے شراب ہونے سے خارج نہیں کر سکتا بلکہ اس کی سمیت ہی غایت جوش واشتداد وسکر وفساد سے ہے، برانڈیاں کہ یورپ سے آتی ہیں ان کے نشہ کی قوتیں اس کے قطرات سے بڑھائی جاتی ہیں فلاں قسم کے نوے قطروں میں اس کا ایک قطرہ ہے فلاں کے سو میں، اور شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں اور اسپرٹ صرف سونگھنے سے، تو وہ حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ بھی، **کما ھو الصحیح المعتمد المفتی بہ** (جیسا کہ صحیح اور قابل اعتماد، اور وہ بات کہ جس پر فتوی دیا گیا ہے۔ت)) جب تو ظاہر ہے کہ قرآن عظیم کا اس میں بھرنا حرام قطعی اور سخت شدید توہین و بے ادبی ہے جب وہ قالب نجس ٹھہرے تو یہ بعینہٖ ایسا ہوگا کہ کاغذ پیشاب میں بھگو کر معاذ اللہ اس پر لکھا جسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا کافر بھی گوارا نہ کرے گا۔ ہمارے علمائے کرام تصریح

فرماتے ہیں کہ نجاست کی جگہ قرآن عظیم پڑھنا منع ہے، ولہذا حمام میں تلاوت مکروہ ہے، فتاوی امام قاضیخاں میں ہے:

یکرہ ان یقرأ القراٰن فی الحمام لانه موضع النجاسات ولا یقرأ فی بیت الخلاء۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الصلوٰۃ فصل فی قراءۃ القرآن، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۷۸/۱)

مکروہ ہے کہ حمام میں قرآن مجید پڑھا جائے، اس لیے کہ وہ محل نجاست ہے۔ اور بیت الخلاء (لیٹرین) میں بھی قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔ (ت)

قنیہ وہندیہ میں ہے:

لابأس بالقراء ۃ راکباوماشیااذا لم یکن ذلك الموضع معد اللنجاسة فان کان یکرہ۔ (فتاوی ہندیہ، بحوالہ القنیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع، نورانی کتب خانہ، پشاور، ۳۱۶/۵)

سوار ہونے والے اور پا پیادہ چلنے والے کے لیے قرآن مجید پڑھنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں بشرطیکہ وہ جگہ نجاست کے لے نہ بنائی گئی ہو، اور اگر گندگی کے لیے بنی ہو تو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

بلکہ جن کے نزدیک موت سے بدن نجس ہوجاتا ہے اور غسل میت اسے نجاست حقیقیہ سے تطہیر کے لیے رکھا گیا ہے وہ قبل غسل میت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کو منع کرتے ہیں جب تک اسے بالکل دھانک نہ دیا جائے کہ نجاست منکشفہ کا قرب ہوگا، تنویر میں ہے:

کرہ قرئة القراٰن عندہ الی تمام غسله۔

(درمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۲۰/۱)

میت کو غسل دینے تک اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیها للقراٰن عن نجاسة المیت لتنجسه بالموت قیل نجاسة خبث وقیل حدث و علیه فینبغی جوازها کقرائة المحدث۔

(درمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۲۰/۱-۱۱۹)

امداد الفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی تعلیل ذکر فرمائی تاکہ قرآن مجید کو میت کی نجاست اور ناپاکی سے بچایا جائے کیوں کہ نجاست اسے موت کی وجہ سے ناپاک کردیتی ہے۔ پھر اس نجاست میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ نجاست خبث ہے جب کہ بعض کے نزدیک حدث ہے۔ لہذا اس بنیاد پر مناسب ہے کہ میت کے پاس قرآن مجید جائز ہے جیسے بے وضو کا یاد سے قرآن مجید پڑھنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وذکرط ان محل الکراهة اذا کان قریبا منه امااذا بعد عنه فلا کراهة اھ قلت والظاهر ان هذا ایجا اذا لم یکن المیت مسجی بثوب یستر جمیع بدنه الخ۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۵۷۳/۱)

علامہ طحطاوی نے ذکر کیا کہ اس کراہت کا محل یہ ہے کہ جب میت کے قریب بیٹھا ہو، لیکن جب اس سے دور بیٹھا ہے (اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں یہ کراہت بھی تب ہوگی کہ جب میت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھانپی ہوئی نہ ہوالخ۔ (ت)

جب قرب نجاست میں تلاوت منع ہوئی کہ اس ہوا کا جو اشکال حروف قرآن کی حامل

ہےمحل نجاست پر گزر نہ ہوتو خود نجس چیز میں معاذ اللہ ان اشکال طاہرہ کا مرتسم کرنا کس درجہ سخت حرام ہوگا۔

اقول وبما بینا ظھر وجہ التقیید بان لایکون جمع بدنہ مسجی فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے قید لگانے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ میت کا پورا جسم ڈھانپا ہوا نہ ہو۔ پس اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

بلکہ حق یہ ہے کہ اس تقدیر پر جہل مروم و ناواقفی حال آلہ وعدم نیت وعدم تنبہ کا قدم درمیان نہ ہوتو دیدہ و دانستہ ان میں آیات بھرنے والے کا حکم معاذ اللہ القائے مصحف فی القاذورات (اللہ تعالی کی پناہ۔ یہ تو مصحف شریف کو نجاستوں میں پھینکنا ہے۔ت) کے مثل ہونا، ہم روشن کر چکے کہ تمام جلوہ گاہوں میں وہی صفت الٰہیہ بعینہا حقیقۃً جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس کے لیے معاذ اللہ یہ ناپاک کسوت مقرر کرنا کس درجہ ایمان ہی کے مخالف ہے والعیاذ باللہ تعالی۔ پھر یہ توہین خبیث صرف ان بھرنے والوں ہی کے ماتھے نہ جائے گی بلکہ باوجود اطلاع اسے تحریک دے کر الفاظ قرآنی کی آواز اس سے ادا کرنے والے اس کی خواہش کر کے ادا کرانے والے، سننے والے، سنانے والے، اس پر راضی ہونے والے، باوصف قدرت انکار نہ کرنے والے سب اسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے۔ نہ فقط یوں کہ توہین کے مرتکب صرف بھرنے والے ہوں اور یہ اس کے روا رکھنے گوارا کرنے والے نہیں۔ نہیں بلکہ ہر بار بعینہ ویسی ہی توہین جدید کے یہ خود پیدا کرنے والے کہ انھوں نے گویا نقوش کتابت قرآنیہ اس نجس میں لکھے انھوں نے الفاظ تلاوت قرآنیہ اس پر گزرتے وئے ادا کئے بلکہ اس وقت اس کی تجلی بے پردہ وحجاب جلوہ فرما ہوگی بھری ہوئی چوڑیوں میں نقوش قرآنیہ ہونا ہر شخص نہ سمجھے گا اور اب جو ادا کیا جائے گا کسی کو اس کے قرآن ہونے میں اصلاً اشتباہ نہ ہوگا **و لاحول ولا**

قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے تحفظ، اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالی بلند مرتبہ اور بڑی شان والے کی توفیق دینے۔ت)

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ ان کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید ونجس ہونا معلوم یا مظنون ہی ہو

فان الظن فی الفقھیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین۔

کیوں کہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے۔ خصوصاً اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں۔ (ت)

بلکہ اگر حالت شبہ ہو جب بھی حکم احتراز کہ محرمات میں شبہ ملتحق بیقین ہے، **کما نص علی فی الھدایۃ وغیرھا**، (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ت) اب وہ صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں کسی نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوئی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے۔ قرآن عظیم اس لیے نہیں اترا۔ اسی عزت والے عزیز عظیم سے پوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے:

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون o ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الااستمعوہ وھم یلعبونo لا ھیۃ قلوبھم۔

(القرآن الکریم، ۲۱/۱تا۳)

لوگوں کے لیے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ غفلت میں روگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا ان کے پاس ان کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اورفرماتاہے:

افمن ھذا الحدیث تعجبون oوتضحکون ولاتبکون oوانتم سامدون o (القرآن الکریم،۵۳/۵۹تا۶۱)

توکیااس کلام کواچنبابناتے ہواورہنستے ہواورروتے نہیں اورتم کھیل میں پڑے ہو۔

اورفرماتاہے۔

وذرالذین اتخذو ادینھم لعباولھوا وغرتھم الحیٰوۃ الدنیا وذکربہ ان تبسل نفس بما کسبت لیس لھا من دون اللہ ولی ولاشفیع وان تعدل کل عدل لایؤخذ منھا اولٰئک الذین ابسلوا بما کسبوا لھم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون۔ (القرآن الکریم ۶/۷۰)

چھوڑ دے ان کو جنھوں نے اپنے دین کوکھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اوراس قرآن سے لوگوں کونصیحت دے کہیں پکڑی نجائے کوئی جان اپنے کئے پرکہ خدا سے جدانہ اس کا کوئی حمایتی ہونہ سفارشی اوراگراپنے چھڑانے کوسارے بدلے دے کچھ نہ لیاجائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پرگرفتار ہوئے انھیں پیناہے کھولتاپانی اوردکھ کی مار بدلہ ان کے کفرکا۔

اورفرماتاہے:

ونادٰی اصحاب النار اصحب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء اوممارزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکفرین o(القران اکریم،۷/۵۰)**الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیوۃ الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وماکانوا بایٰتنا یجحدون۔**(القرآن الکریم،۷/۵۰تا۵۱)

دوزخی بہشتیوں کوپکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دویاوہ رزق جوخدانے تمھیں دیا وہ کہیں گے بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پرحرام کردی ہیں جنھوں نے اپنے دین کوکھیل تماشا بنالیا اورنھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم ان کوبھلادیں گے جیساوہ بھولے اس دن کاملنا اورجیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفار نے یہ بڑاداؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ ان کے دین کی جڑ ان کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کوخود ان کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوادیا یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سننے سنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہرفرمادیا، اس سے بڑھ کراورسخت بلایا ہوگی، اس سے بدتر اورگندی نجاست کیا ہوگی، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

وجہ سوم: زیداس مجمع لہو ولغو میں ہے تماشے کے طورپر قرآن مجید سنایا جارہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر وتفکر ہی کے طورپر سن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگریہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ وجرم سے بری نہیں ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیت خیر ہو۔کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعدالذکری معالقوم الظلمین o (القرآن الکریم،۶/۶۸)

اور جب توانھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنارہا ہیں توان سے منہ پھیرلے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں اور جوکہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اُٹھ کھڑا ہو۔

یہ کیا اسی کی یاددہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تروسخت ترنہ فرمایا:

وقد نزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثالھم ان

الله جامه المنفقين و الكفرين فى جهنم جميعا o (القرآن الکریم، ۴/۱۴۰)

بے شک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو بے شک اللہ تعالی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اس وقت ان کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے، یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے والعیاذ باللہ تعالی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا:

دخل فى هذه الاٰية كل محدث فى الدين وكل مبتدع الى يوم القيمة۔

(معالم التنزیل علی ہامش الخازن، تحت آیۃ وقد ینزل علیکم فی الکتب الخ، مصطفے البابی مصر، ۱/۶۱۲)

اس آیت میں قیامت تک کا ہر مبتدع ہر بدمذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحانے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اس سے سننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلی قاری کی نہایت دردناک و دل کش قراءت بھری ہے اس میں سے قراءت سنانے والے بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سکھ لیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اب یہاں دو نظریں ہیں: نظر اولٰی و نظر دقیق

نظر اولٰی: صاف حکم کرے گی ک اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کر لی گئیں تو حرج صرف نیت لہو کا رہا، اس سے یہ لوگ منزہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

قال الله تبارك وتعالى ولاتزر وازرة وزراخرىٰ۔

(القرآن الکریم، ۶/۱۶۴)

اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

اور کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگر چہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل وغیرہا، اور فونوبذات کو دمعازف ومزامیر سے نہیں کہ اس کے لیے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اسے وضع کیا ہو یا اس سے قصد کی جاتی ہو وہ تو ایک آلۂ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزان عروضہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف، حروف ہجا من حیث ہی حروف الجاعلوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لے موضوع نہیں بلکہ وہ آلۂ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں ان سے ادا کر سکتے ہیں اچھے ہوں خواہ برے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلۂ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کر سکتے بلکہ وہ مدح وذم و ثواب وعقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے، تلوار بہت اچھی ہے اگر اس سے حمایت اسلام کی جائے اور سخت بری ہے اگر خون ناحق میں برتی جائے۔ اسی لی حدیث میں فرمایا:

الشعر بمنزلة الكلام فحسنه كحسن الكلام وقبيحه كقبيح الكلام۔

رواه البخارى فى الادب (المعجم الاوسط، حدیث ۷۶۹۲، ریاض ۸/۳۴۰ وادب المفرد حدیث ۸۶۵ مکتبہ اثریہ شیخوپورہ، ص۲۲۳) **المفرد و الطبرانى فى المعجم الاوسط عن عبدالله بن عمر و بن العاص و ابويعلى عنه و عن ام المومنين الصديقة والدار قطنى عن عروة عنها والشافعى عن عروة مرسلاً رضى الله تعالى عنهم و استاده حسن۔**

شعر بمنزلۂ کلام کے ہے وتو اس کا اچھا مثل اچھے کلام کے ہے اور اس کا برا مثل برے کے۔ (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ اور محدث ابویعلی نے ان سے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھیاسے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے بواسطہ حضرت عروہ مائی صاحبہ سے اور امام شافعی نے حضرت عروہ سے بطور اسال اسے روایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو۔ اس حدیث کی سند درجہ حسن رکھتی ہے۔ (ت)

یہ اسی سبب کے اوزار ن عروضیہ ادائے ہر گونہ کلام کے آلہ ہیں تو ان پر فی انفسہا کوئی حکم حسن و قبح نہں ہوسکتا بلکہ مؤدی بہا کے تابع ہوں گے شعر میں اچھی یا تادا کی جائے تو حدیث صحیح میں **ان من الشعر لحكمة** (ادب المفرد، حدیث ۸۶۵ باب من قال ان من لبیان سحرا الخ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ، ص ۲۲۵) (بے شک بعض شعر ضرور حکمھو تے ہیں۔ت) ارشاد ہوا ہے اور ماوہ سرائی یا ہرزہ درائی کی جائے تو **الشعـراء يتبعهم الغاؤن** (القرآن الکریم، ۲۶/۲۲۴) (اور شاعروں کی پیروی اور ان کا اتباع گمراہ کرتے ہیں۔ت) فرمایا گیا وہاں **ان اللـه يأيد حسان بروح القدس** (اللہ تعالی حضرت جبریل سے حضرت حسان کی تائید کرتا ہے۔ت) کی بشارت جاں فزا ہے اور دوسری طرف **امرؤا لـقيـس صـاحب لواء الشعـراء الى النار** (امرؤالقیس شاعروں کا علمبردار آتش دوزخ میں ہے۔ت) کی وعید جاں گزا۔ **رواه احـمـد** (کنز العمال برمزحم وت عن عائشہ، حدیث ۳۳۲۴۸، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۱/۶۷۲ ☆ مسند امام احمد بن حنبل، عن عائشہ رضی اللہ عنہا، دار الفکر، بیروت، ۶/۷۲) **والبزار عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه** (اسے احمد وبزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عن سے روایت کیا۔ت) بعینہ یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاکے لیے موضوع نہیں جسے معازف ومزامیر میں داخل کرسکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا

آلہ ہے تو حسن و قبح ومنع واباحت میں اسی آواز مودی بہ کا تابع ہوگا جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہوا گر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکم مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرۂ وعظ و تذکیر کی آواز سنی جائے تو حکم وعظ و تذکیر میں اور واعظ و مذکر کا ذی روح ہونا کچھ شرط نہیں۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
وزنبشت ست بند بر دیوار

(مرد کو چاہیئے کہ اپنے کانوں سے نصیحت سنے اگر چہ کلمات نصیحت کسی دیوار پر لکھے ہوں۔ت)

آلۂ ادا میں فی نفسہٖ کوئی آواز ودیعت ہی نہیں ہوتی آوازیں تو رکاوٹوں میں ہیں آلہ محض مثل گلو وحنجرہ ہے جس سے ہر طرح کی صوت نکال سکتے ہیں تو خراب و ناجائز پلیٹوں کا حکم پاک و جائز قالبوں کی طرف کیوں ساری ہونے لگا، اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی ریکارڈ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعار حمد و نعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی جمع ضدیں ان کا فعل ہے **خـذ مـا صف و دع مـا كـدر** (جو صاف ہو لے لو، جو گدلا ہو چھوڑ دو۔ت) پر عمل کرنے والے اس پر کیوں ماخوذ ہوں گیا اس کی نظیر کنیز مشترک ہے اس کے ایک صالح مولے نے اسے قرآن عظیم پڑھایا دوسرے فاسق نے گانا سکھایا تو اس کے گلے سے دونوں چیزوں کا ادا ہوسکنا صالح آقا کو اس سے قرآن عظیم سننا منع نہ کردے گا عرف میں اسے باجا کہنا مزامیر ومعازف ممنوعہ کے حکم میں داخل نہ کردے گا۔

فـان الامـور لـمقـاصـدهـا وانـمـا الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ مانوى۔ (صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الخ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/۲)

کیوں کہ کاموں کا اعتبار بلحاظ کے مقاصد کے ہیہ اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر شخص

کے یے وہی کچھ ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے (ت)۔

معازف ومزامیر آلات لہو وطرب ہیں جو خاص موسیقی کی آوازیں ادا کرنے کو لذت نفسانی ونشاط شیطانی کے لیے وضع کیے گئے، ہر غیر ذی روح جس سے آواز کسی مقصد حسن یا مباح کے لیے پیدا کی جائے اس میں داخل نہیں ہوسکتا اگر چہ اس سے آواز نکالنے کو بجانا کہیں یوں تو طبل غازی و نقارۂ سحری بھی باجا ہے ریل کے انجن میں جو سوراخ دھواں نکالنے کو رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا جان و مال بچانے کے لیے ان کی اطلاع دہی کو آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو بھی سیٹی یا پپیہا کہتے ہیں مگر یہ نام اس فعل حسن کو ممنوع سیٹی اور پپیہے کے حکم میں نہ کردے گا۔ بالجملہ یہاں جو کچھ حرج آیا نیت لہو سے یا مجمع لہو سے ہے کہ قرآن عظیم کا اس نیت سے سننا لذاتہ حرام قطعی اور اس مجمع میں سننا لغیرہ ممنوع شرعی۔ جب یہ دونوں منتفی ، ممانعت منتفی ۔ یہ نظر اولےٰ کی تقریر ہے، اور نظر دقیق فرمائیگی کہ یہ سب کچھ حق و بجا مگر فعل حرج سے اب بھی نہ بچا، بھرنے والوں کے مقاصد فاسدہ معلوم ہیں کہ لہو ولعب ہے اور اس کے ذریعہ سے ٹکا کمانا تو ان کا بنانا حرام اور اسے استعمال کرنے والے اس حرام کے معین ہوئے، اگر لوگ نہ خریدتے نہ سنتے تو وہ ہرگز قرآن عظیم بھرنے کی جرأت نہ کرتے۔ شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس بات سے حرام کو مدد پہنچے اسے بھی حرام فرمادیتے ہے۔

قال الله تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (القرآن الکریم، ۵/۲)

اللہ تعالی نے فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسے کی مدد نہ کیا کرو(ت)۔

جو چیز بنانا جائز ہوا سے خریدنا استعمال میں لانا بھی منع ہوتا ہے کہ یہ نہ لیں تو وہ کیوں بنائیں ان کا مول لینا اور کام میں لانا ہی انھیں بنانے پر باعث ہوتا ہے ولہذا خواجہ سراؤں کا خریدنا ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہوا، اور ائمہ کرام نے اس کی علت یہی بیان فرمائی کہ

آدمی خوخصی کرنا حرام ہے ی فعل اگر چہ ان خریدنے والوں کا نہیں مگر ان کا خریدنا ہی ان فاسقوں کو اس پر جرأت دلاتا ہے کوئی مول نہ لے تو کیوں ایسی ناپاکی کریں۔ امام ابوجعفر طحاوی معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

لمانهی عن اخصاء بنی اٰدم کره بذلك اتخاذ الخصیان لان فی اتخاذ هم مایحمل من تحضیضهم علی اخصائهم لان الناس اا تهاموا اتخاذهم لم یرغب اهل لفسق فی اخصائهم وقد حدثنا ابن ابی داؤد ثنا القواریری ثنا عفیف بن سالم ثنا العلاء بن عیسی الذهلی قال اتی عمر بن عبدالعزیز بخصی فکره ان یتباعه وقال ماکنت لاعین علی الاخصاء فکل شئ فی ترك کسبه ترك لبعض اهل المعاصی فلا ینبغی کسبه۔

(شرح معانی الآثار، کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۲/۱۷۶)

جب اولاد آدم کے خصی (نامرد کرنا) کرنے سے منع کردیا گیا پس اسی لیے خصی افراد سے خدمت لینا اور انھیں کسی کام میں استعمال کرنا مکروہ ہے کیوں کہ استعمال کرنے سے لوں کا انھیں خصی کرنے پر ابھار اور آمادگی پیدا ہوتی، کیوں کہ جب لوگ انھیں استعمال کرنے سے بچیں اور پرہیز کریں تو پھر بدکار اور باش لوگ انسانوں کو خصی کرنے کی طرف رغبت نہ کریں۔ ابن ابی داؤد، القواریری، عفیف بن سالم، العلاء بن عیسےٰ الذہلی کے چند وسائط سے ہم تک (یعنی امام ابوجعفر طحاوی تک) یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خصی آدمی لایا گیا تو آپ نے اس کو خرید لینا ناپسند کیا، اور فرمایا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ انسان کے خصی کرنے پر بدکرداروں سے تعاون کروں پھر ہر کام کہ جس کے نہ کرنے سے بعض گناہ گاروں سے گناہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر نا مناسب ہے کہ ایسا کام کیا جائے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ استخذ ام الخصیان لان الرغبۃ فی استخذ امھم حث الناس علی ھذا الضیع وھو مثلۃ محرمۃ۔

(الہدایہ، کتاب الکراہیۃ، مسائل متفرقہ، مطبع یوسفی، لکھنؤ، ۴/۴۷۲)

خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیوں کہ ان سے خدمت لینے کی رغبت رکھنا لوگوں کو اس برے کام پر آمادہ کرنا ہے، اور یہ مثلہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔(ت)

غایۃ البیان میں مختصر امام طحاوی سے ہے:

یکرہ کسب الخصیان وملکھم واستخذ امھم وقال ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ لو لا استخدام الناس ایاھم لمااخصاھم الذین یخصونھم۔

(مختصر الطحاوی، کتاب الکراھیۃ، کرہ کسب الخصیان الخ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص۴۴۳)

خصی لوگوں کی کمائی، اور ان کا ملک (یعنی ملکیت) اور ان سے خدمت لینا یہ سب کام مکروہ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کا ان سے خدمت لینا نہ ہوتا تو پھر جولوگ انھیں خصر کرتے ہیں وہ کبھی انھیں خصی نہ کرتے۔(ت)

اسی دلیل سے ہمارے علماء نے بیل بکرے کے خصی کرنے اور گھوڑی سے خچر لینے کا جواز ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسل نے دو خصی دنبے قربانی کیے اور خچر پر سواری فرمائی، اگر یہ فعل ناجائز ہوتے حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کو کام میں نہ لاتے۔

شرح معانی الاثار شریف میں ہے:

قدرأینا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین وھما المرضوضان خصاھما والمفعول بہ ذلک قد انقطع ان

یکون لہ نسل فلو کان اخصاؤھما مکروھا اذا لما ضحی بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب اخصاء البہائم، ایچ سعید کمپنی، کراچی، ۲/۴۲۱)

بے شک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی، یعنی وہ دو ایسے دنبے تھے کہ جن کے دونوں خصیے کوفتہ تھے۔ اور جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اس کی نسل ختم ہوجاتی ہے۔ اگر دنبوں کو خصی کرنا مکروہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایسے مکروہ جانوروں کی کبھی قربانی نہ کرتے۔(ت)

اسی کے باب انزاء الحمیر علی الخیل میں ہے:

لوکان مکروھا لکان رکوب البغال مکروھا لانہ لولا رغبۃ الناس فی البغال و رکوبھم ایاھا لما انزئت الحمیر علی الخیل۔

(شرح معانی الاثار، کتاب السیر، باب انزاء الحمیر علے الخیل، ایچ ایم کمپنی، کراچی، ۲/۱۷۶)

گدھوں کا گھوڑی سے جفتی کرانا، اگر یہ مکروہ ہوتا تو ضرور خچروں پر سوار ہونا مکروہ ہوتا، اس لیے کہ اگر لوگوں کی خچروں کی طرف اور ان کی سواری کی طرف رغبت نہ ہوتی تو کبھی گدھوں سے گھوڑی پر جفتی نہ کرائی جاتی۔

ہدایہ میں ہے:

لاباس باخصاء البھائم وانزاء الحمیر علی الخیل و قد صح ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رکب البغلۃ فلوکان ھذا افعل حرام لما رکبھا لما فیہ من فتح بابہ۔

(الہدایہ، کتاب الکراہیۃ، مسائل متفرقہ، مطبع یوسفی، لکھنؤ، ۴/۴۷۲)

چوپایوں کے خصی کرنے میں اور گدھوں سے گھوڑی پر جفتی کرانے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں، اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ کبھی خچر پر سوار نہ ہوتے کیوں کہ اس میں برائی کا دروازہ کھلتا ہے۔(ت)

اسی باب سے ہے کہ قوی تندرست قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو دینا گناہ ہے کہ ان کا بھیک مانگنا حرام ہے اور ان کو دینے میں اس حرام پر مدد، اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی پیشہ حلال اختیار کریں۔ درمختار میں ہے:

لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل اوبالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم۔

(درمختار، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/۱۴۲)

یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جب کہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو، جیسے تندرست کمائی کرنے والا، اور اسے دینے والا گناہگار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے، کیوں کہ حرام پر اس نے اس کی مدد کی۔(ت)

یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی، جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اسے خریدنا کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا اور جس کا خریدنا کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کا بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا۔

فان رفع التالی یفتح رفع المقدم کما ان وضع المقدم ینتج وضع التالی۔

اس لیے کہ رفع تالی، رفع مقدم نتیجہ دیتی ہے۔ جس طرح وضع مقدم، وضع تالی کا نتیجہ دیتی ہے۔(ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اور یہ خیال کہ اس ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لینگے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال رہے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکم شرع معطل رہ جائے، چھوٹے گا یوں ہی کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعۂ اصطناع سمجھے، جب سب چھوڑ دینگے آپ ہی بنانا معدوم ہوجائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعۂ اصطناع سمجھے، جب سب چھوڑ دینگے آپ ہی بنانا معدوم ہوجائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کیے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لیے ارشاد ہوا ہے:

یاایها الذین اٰمنو علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم۔

(القرآن الکریم، ۵/۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کرلو تمھیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جب کہ تم خود راہ پر ہو۔

اگر کہیئے یہ تو ان افعال میں سے جو فی نفسہٖ مذموم ہیں تلاوت کی آواز گلاس میں ودیعت رکھنا بنفسہٖ مذموم نہیں، ان کی نیت لہو وغیرہ مقاصد ومفاسد نے اسے ممنوع کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) کام واقع سے ہے، نہ محض فرض سے، جب واقع یہ ہے تو اس کی حرمت میں شک نہیں اور اس حرام کا دروازہ تمھیں خریدنے والوں، کام میں لانے والوں نے کھولا کوئی مول نہ لے تو وہ کیوں ایسی ناپاکی کریں پھر عذر کا کیا محل، **واللہ العاصم عن سبیل الزیغ والزلل** (ٹیڑھے اور پھسلنے والے راستوں سے اللہ بچاتا ہے۔ت) اور قرآن عظیم ہی کے حکم میں ہیں اشعار حمد ونعت ومنقبت وجملہ عبارات وکلمات معظمۂ دینیہ کہ نہ ان کو نجس چیز میں لکھنا جائز، یہ وجہ اول ہوئی۔ نہ انھیں کھیل تماشا بنانا جائز، یہ وجہ دوم ہوئی۔ نہ انھیں لہو و

لغو بنانے کے جسے میں شریک ہونا جائز اگر چہ اپنی لعب کی نہ ہو، یہ وجہ سوم ہوئی، نہ ان کی خریداری واستعمال سے لہو بنانے والوں کی مدد جائز، یہ وجہ چہارم ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لہو مباح میں تو اپنا ذکر کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے بعد تقریب شادی کے گانے میں یہ مصرع پڑھا: ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

(ہم میں وہ نبی ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں)

ان کو منع فرمادیا کہ:

دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الدف فی النکاح، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/۷۷۳)

اسے رہنے دو وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف اواخر کتاب مسئلۃ السماع میں فرماتے ہیں:

ولذا لما دخل رسول الله صلی الله تعالى عليه وسلم بيت الربيع بنت معوذ وعندها جواريغنين فسمع احدٰهن نقول "وفينا نبی يعلم ما فی غد" على وجه الغناء فقال صلى اله تعالى عليه وسلم دعی هذا وقولى ماكنت تقولين وهذا شهاده بالنبوة فزجرها عنها وردها الى الغناء الذى هو لهولان هذا جدمحض فلا يقرن بصورة اللهو۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی، مطبعۃ المشھد الحسنی، قاہرہ، ۲/۳۰۰)

یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام ربیع دختر معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو ان کے پاس بچیاں گیت گا رہی تھیں تو حضور اقدس نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اندر وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ وہ بچیاں گیت کے طور پر گا رہی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس کو چھوڑ دو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں" تو انس پر نبوت کی گواہی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے اس کہنے پر انھیں ڈانٹ دیا اور اس گانے کی طرف لوٹا دیا جو ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے کہ یہ ایک خالص سنجیدگی ہے، لہذا جو چیز صورۃ کھیل ہو اس سے بھی اس کا ملاپ ٹھیک نہیں۔ (ت)

یعنی یہ مصرع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی گوای تھی کہ خدا کے بتانے سے اصالۃ غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اسے صورت لہو میں شامل کیا جائے لہذا اس سے روک دیا، وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے، یہ بھی نہیں سوجھتا کہ اگر نسبت علم امور غیب ہی ناپسند فرماتے تو کن سے، کم فہم عورتوں سے، اور وہ بھی لڑکیاں کہ منجر بمعنی ناجائز نہ ہو اور جب مرد عاقل مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا قصیدۂ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے جس میں فرمایا:

ومتی نشاء یخبرك عما فی غد

(تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر، تحت آیۃ، ۹/۲۷ ☆ دارا حیاء الکتب العربیہ، مصر، ۲/۳۴۶)

تو جب چاہے یہ نبی تجھے آئندہ کی باتیں بتادیں۔

ان پر کیوں نہ انکار فرمایا حالاں کہ انھوں نے تو ان لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہونا یا کم از کم ان کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر، جس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب "**الامن**

والعلی لنا عتی المصطفے بدافع البلا ''(۱۳۱۱ھ) میں ذکر کی، انکار فرمانا درکنار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے صلہ میں ان کے لیے کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا اور انھیں ان کی قوم ہوازن وقبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا:

کما رواه المعانی فی الجلیس والانیس بطریق الحرمازی عن ابی عبدیة بن الجراح رضی الله تعالی عنه وابن اسهاق عن ابی وجزة یزید بن عبید السعدی۔

جیسا کہ معانی نے نے اس کو جلیس وانیس میں حرمازی کے طریق پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور ابن اسحق نے ابی وجزہ یزید بن سعدی سے اسے روایت کیا۔(ت)

والله الحمد جب لہو مباح میں اپنا ذکر پاک پسند نہ فرمایا تو لہو باطل کا کیا ذکر۔

بالجملہ خلاصۂ حکم یہ کہ

یہاں تین چیزیں ہیں: ممنوعات، معظمات، مباحات۔

اول کا سننا مطلقاً حرام وناجائز ہے اور فونو سے کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اسی شے کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی، مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہا، اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرمو اس کا ہوگا کہ یہ خود ہی اصل ہے نہ کہ اس کی نقل، طبلہ یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہ وہ طبلہ اور ستار کی آواز ہے نہ کہ فونو کی، کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے نہ کہ دوسرے کی، اور وہ بھی اسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی نہ کہ اور وقت کی، یوں ہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے نہ کہ فونو کا کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور وہ بھی اسی عورت کا گانا ہے نہ کہ دوسری کا، اور وہ بھی اس کا اسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔

دوم بھی مطلقاً حرام وممنوع ہیں، اگر گلاسوں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو ولعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں، اور اگر اس سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے اور سب سے سخت تر وبال ان قاریوں غزل خوانوں پر ہے جو نوکری کر کے یا اجرت لے کر یا مفت گناہ خریدنے کو اپنا پڑھنا اس میں بھرواتے ہیں کہ وہ اصل بانی فساد ہوئے بھرنے والوں اور جب تک وہ گلاس پلیٹ باقی رہیں ان کے سننے والوں سنانے والوں سب کا گناہ ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا اگرچہ یہ قبر میں خاک ہوگئے ہوں بغیر اس کے کہ ان سننے سنانے بھرنے بھرانے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سن فی الاسلام سنة سیئة فعلیه وزرها و وزر من عمل بها الی یوم القیٰمة من دون ان ینقص من اوزارهم شیئا۔

(مسند امام احمد، بیروت، ۴/ ۳۵۹، ۳۶۱ و صحیح مسلم باب من سن سنۃ الخ، ۲/ ۳۴۱ و سنن ابی داؤد، ۲/ ۲۷۹)

جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس کا گناہ اور جتنے قیامت تک اس پر عمل کرینگے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی واقع ہو۔(ت)

سوم میں تفصیل ہے اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا ان میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حرف خود معظم ہیں **کما بیناه فی فتاونا** (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاوی میں بیان کر دیا ہے۔ت) اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسۂ فساق میں اسے سننا اہل اصلاح کا کام نہیں کہ انھیں اہل باطل سے اختلاط نہ چاہیئے اور اگر تنہائی یا خاص صلحا کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں اور یہاں ہمارے وہ مباحث کام دیں گے جو نظر

اولےٰ میں گزرے، پھر اگر کسی مصلحت شرعیہ کے لیے ہے جیسے عالم کو اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کے لیے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حسن اسلام المرئ ترکه مالا یعنیه، حدیث. صحیح مشهور عن سبعة من الصحابة منهم الصدیق والمرتضی و الحسین رضی الله تعالی عنهم و رواة الترمذی (جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ الخ، امین کمپنی دہلی، ۲/۵۵ ☆ سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص۲۹۵)

وابن ماجة عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه.

خوبی اسلام یہ ہے کہ آدمی لایعنی بات نہ کرے۔ (حدیث سات صحابہ سے صحیح اور مشہور ہے ان میں سے بعض یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

یہ بھی اس حالت میں ہے کہ نادراً ہو عادت ڈالنا اور وقت اس میں ضائع کیا کرنا مطلقاً مکروہ ہوگا۔

لحدیث کل شئ من لهوالدنیا باطل الا ثلثة رواه الحاکم (المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، من علم الرمی ثم ترکہ، الخ، دارالفکر، بیروت، ۲/۹۵) **عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه، هذا ماعندی والعلم بالحق عندربی واذ قد خرجت العجالة فی صورة رسالة ناسب ان تسمیها الکشف شافیا حکم فونوجرافیا** (۱۳۲۸ھ) **لیکون علماو علی عام التالیف علما وکان ذلک للتاسع عشرمن شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن وقت السحور ۱۳۲۸ھ الف وثلثمائة وثمان و عشرین من هجرة سیدالمرسلین ص الله تعالی علیه وعلیهم وعلی آله وصحبه اجمعین آمین والله تعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم.**

اس حدیث کی وجہ سے کہ دنیا کا ہر کھیل سوائے تین کھیلوں کے باطل ہے۔امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا، یہ سب کچھ میرے نزدیک ہے اور ٹھیک اور واقعی علم تو میرے رب کے پاس ہے اور یہ جلدی کیا ہوا کام ایک رسالے کی شکل میں معرض وجود میں آگیا، مناسب ہے کہ ہم اس کا نام ''**الکشف شافیا حکم فونو جرافیا**'' (یعنی شافی اور مکمل انکشاف، فونوگراف کے حکم بیان کرنے میں) رکھیں تاکہ یہ اس کا نام ہو اور اس کے سال تصنیف پر ایک نشان ہو، اور اس کی تصنیف ماہ رمضان کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا، سال ہجری ۱۳۲۸ھ سیدالمرسلین کے ہجرت مبارکہ کے مطابق محبوب کریم اور تمام رسولوں اور حضور پاک کی سب آل اور تمام صحابہ پر اللہ تعالیٰ کی بے حد وشمار رحمت وبرکات ہوں، آمین۔اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم، اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔(ت)